



نام کتاب : تیسیر الکرم الرحمن فی تفسیر الکلام المنان المعروف بتفسیر سعدی

(پارہ ۲۵)

مؤلف : فضیلۃ الشیخ عبدالرحمن بن ناصر السعدی رحمۃ اللہ علیہ

تحقیق : عبدالرحمن بن معلّٰی اللویحی حفظہ اللہ

ترجمہ قرآن : حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

ترجمہ تفسیر : پروفیسر طیب شاہین لودھی حفظہ اللہ

ناشر : دار السلام

پارہ نمبر پچیس 25

نمبر شمار	نام سورت	صفحہ نمبر	شمار پارہ
۴۱	سورة حلم السجدة	2430	۲۴ - ۲۵
۴۲	سورة الشوری	2434	۲۵
۴۳	سورة الزخرف	2466	۲۵
۴۴	سورة الدخان	2495	۲۵
۴۵	سورة الجاثیة	2507	۲۵

إِلَيْنِهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ط وَمَا تَخْجُجُ مِنْ ثَمَرَاتٍ مِّنْ أَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ

اسی کی طرف لوٹایا جاتا ہے علم قیامت (کے آنے) کا اور نہیں نکلتا کوئی پھل اپنے غلافوں سے اور نہیں حمل سے ہوتی
مِنْ اُنْثَى وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهِ ط وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ اَيْنَ شُرَكَائِيَ قَالُوا
کوئی مادہ اور نہ (کوئی بچہ) جنتی ہے مگر اس کے علم ہی سے اور جس دن پکارے گا وہ ان کو کہاں ہیں میرے شریک؟ وہ کہیں گے:

اَذْنٰكَ مَا مِنَّا مِنْ شٰهِيْدٍ ۝ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوْا يَدْعُوْنَ

ہم نے بتلا دیا تجھ کو نہیں ہے ہم میں سے کوئی گواہ (اس بات کا)۔ اور گم ہو جائیں گے ان سے وہ جن کو تھے وہ پکارتے

مِّنْ قَبْلُ وَظَنُّوْا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ۝

اس سے پہلے اور وہ گمان کریں گے کہ نہیں ہے ان کے لیے کوئی بھانسنے کی جگہ ۝

یہ اللہ تعالیٰ کے وسیع علم کا ذکر ہے۔ نیز یہ ان امور کا ذکر ہے جن کا علم صرف اللہ تعالیٰ سے مختص ہے جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا، اسی لیے فرمایا: ﴿إِلَيْنِهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ ”قیامت کا علم اسی کی طرف لوٹایا جاتا ہے۔“
یعنی تمام مخلوق کا علم اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتا ہے۔ تمام انبیاء و مرسلین اور فرشتے وغیرہ اس بارے میں اپنے عجز اور بے بسی کا اقرار کرتے ہیں۔ ﴿وَمَا تَخْجُجُ مِنْ ثَمَرَاتٍ مِّنْ أَكْمَامِهَا﴾ ”اور نہ تو پھل گاہوں سے نکلتے ہیں۔“
یعنی ان شگوفوں میں سے جن سے وہ عموماً نکلتے ہیں۔ یہ تمام درختوں کے پھل کو شامل ہے جو شہروں میں یا جنگلوں میں اگتے ہیں۔ کسی درخت پر جو پھل بھی لگتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو تفصیلی طور پر جانتا ہے۔

﴿وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثَى﴾ ”اور نہیں حاملہ ہوتی کوئی مادہ۔“ بنی آدم اور تمام حیوانات میں سے حاملہ جو حمل اٹھاتی ہے اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے۔ ﴿وَلَا تَضَعُ﴾ ”اور کوئی حاملہ بچہ نہیں جنتی“ ﴿إِلَّا بِعِلْمِهِ﴾ ”مگر اس کے علم سے۔“ مشرکین نے ان ہستیوں کو کیسے اللہ تعالیٰ کے برابر ٹھہرا دیا جو سن سکتی ہیں نہ دیکھ سکتی ہیں؟ ﴿وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ﴾ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز مشرکین کو زجر و توبیخ کے طور پر اور ان کے جھوٹ کو ظاہر کرتے ہوئے پکارے گا اور فرمائے گا: ﴿اَيْنَ شُرَكَائِيَ﴾ ”میرے شریک کہاں ہیں؟“ جن کو تم میرا شریک سمجھتے تھے، ان کی عبادت کرتے تھے، ان کی بنا پر تم جھگڑتے اور رسولوں سے عداوت رکھتے تھے ﴿قَالُوا﴾ وہ اپنے خود ساختہ معبودوں کی الوہیت اور ان کی شرکت کے بطلان کا اقرار کرتے ہوئے کہیں گے: ﴿اَذْنٰكَ مَا مِنَّا مِنْ شٰهِيْدٍ﴾ ”ہم آپ سے کہہ چکے کہ (آج) ہم میں سے کوئی (ایسی) گواہی دینے والا نہیں۔“ یعنی اے ہمارے رب ہم تیرے سامنے اقرار کرتے ہیں، تو گواہ رہنا کہ ہم میں سے کوئی بھی ان معبودان باطل کی الوہیت اور شرکت کی گواہی نہیں دیتا۔ اب ہم سب ان کی عبادت کے بطلان کا اقرار اور ان سے براءت کا اعلان

کرتے ہیں، اس لئے فرمایا: ﴿وَصَلِّ عَنْهُمْ مِمَّا كَانُوا يَدْعُونَ﴾ ”اور گم ہو جائیں گے ان سے وہ جن کو وہ پکارا کرتے تھے۔“ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر، یعنی ان کے وہ تمام عقائد اور اعمال اکارت جائیں گے جن کے اندر انہوں نے غیر اللہ کی عبادت کرتے ہوئے عمریں گزاریں۔ وہ سمجھتے تھے کہ ان کے یہ خود ساختہ معبود انہیں کوئی فائدہ دیں گے، ان سے عذاب دور کریں گے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے سفارشی ہوں گے۔ ان کی تمام کوششیں رائیگاں جائیں گی، ان کا گمان جھوٹا ثابت ہوگا اور ان کے خود ساختہ شریک ان کے کسی کام نہ آسکیں گے۔ ﴿وَقُلُّوا﴾ اور اس حال میں انہیں یقین آجائے گا ﴿مَا لَهُمْ مِنْ مَّجِیْبٍ﴾ کہ کوئی ان کو بچانے والا ہے نہ مدد کو پہنچنے والا اور نہ ان کو کوئی جائے پناہ ہی ملے گی۔ یہ ہے اس شخص کا انجام جس نے شرک کا ارتکاب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر واضح کر دیا ہے کہ وہ شرک سے بچیں۔

لَا يَسْتَعْمُ الْإِنْسَانُ مِنْ دُعَاءِ الْخَيْرِ وَإِنْ مَسَّهُ الشَّرُّ فَيَقُولُ قَنُوطٌ ۖ
 نہیں تھکتا انسان بھلائی مانگنے سے اور اگر پہنچے اسے تکلیف تو وہ انتہائی مایوس سخت ناامید ہو جاتا ہے ۝
 وَلَكِنْ أَذَقْنَاهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْ بَعْدِ ضَرَاءٍ مَسَّتْهُ لِيَقُولَنَّ هَذَا إِلَىٰ وَمَا أَظُنُّ
 اور البتہ اگر چکھائیں ہم اسے رحمت اپنی طرف سے بعد اس تکلیف کے جو پہنچی اسے تو وہ یقیناً کہتا ہے: یہ تو میرے لیے ہے اور نہیں گمان کرتا
 السَّاعَةَ قَائِمَةً ۚ وَلَكِنْ رُجِعْتُ إِلَىٰ رَبِّي إِنَّ لِي عِنْدَهُ لَلْحُسْنَىٰ فَلَنُنَبِّئَنَّ
 میں قیامت کو قائم ہونیوالی اور البتہ اگر میں لوٹایا گیا اپنے رب کی طرف تو بلاشبہ میرے لیے اس کے پاس البتہ بھلائی ہی ہوگی پس البتہ ہم ضرور بتلائیگی
 الَّذِينَ كَفَرُوا بِمَا عَمِلُوا ۖ وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ عَلِیْلٍ ۝۵۰ وَإِذَا أَنْعَمْنَا
 ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا ساتھ اس کے جو انہوں نے عمل کیا اور البتہ ہم ضرور چکھائیگی ان کو عذاب سخت ۝ اور جب احسان کرتے ہیں ہم
 عَلَى الْإِنْسَانِ أَعْرَضَ وَنَأَىٰ بِجَانِبِهِ ۖ وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُو دُعَاءٍ عَرِیضٍ ۝۵۱
 انسان پر تو وہ منہ موڑ لیتا ہے اور دور ہو جاتا ہے اپنے پہلو کیساتھ اور جب پہنچتی ہے اسے تکلیف تو دعائیں کر نیوالا ہو جاتا ہے لمبی چوڑی ۝

اس آیت کریمہ میں انسان کی فطرت و طبیعت کا بیان ہے کہ وہ خیر پر صبر کر سکتا ہے نہ شر پر، سوائے اس شخص کے جس کو اللہ تعالیٰ اس حالت سے نکال کر حالت کمال میں منتقل کر دے۔ فرمایا: ﴿لَا يَسْتَعْمُ الْإِنْسَانُ مِنْ دُعَاءِ الْخَيْرِ﴾ یعنی انسان اللہ تعالیٰ سے اپنی فوز و فلاح، مال، اولاد اور دیگر دنیاوی مطالب و مقاصد کے لئے دعا کرتے ہوئے کبھی نہیں اکتاتا اور اس پر ہمیشہ عمل پیرا رہتا ہے۔ وہ قلیل یا کثیر کسی چیز پر قناعت نہیں کرتا، اگر اسے دنیا کی ہر چیز مل جائے تب بھی وہ مزید دنیا طلب کرتا رہے گا۔ ﴿وَإِنْ مَسَّهُ الشَّرُّ﴾ ”اور اگر اس کو کوئی تکلیف پہنچے۔“ یعنی بیماری، فقر اور مختلف مصائب وغیرہ اسے لاحق ہوں ﴿فَيَقُولُ قَنُوطٌ﴾ تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس اور ناامید ہو جاتا ہے اور سمجھنے لگتا

ہے کہ یہ مصیبت اسے ہلاک کر ڈالے گی اور ایسے اسباب اختیار کرنے کی فکر کرتا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔ اس رویے سے وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے، ان لوگوں کو اگر بھلائی، نعمت اور کوئی محبوب چیز عطا ہوتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں اور وہ اس چیز سے بھی ڈرتے ہیں کہ یہ نعمتیں کہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے استدراج اور مہلت نہ ہوں۔ اگر انہیں اپنی جان، مال اور اولاد میں کوئی مصیبت پہنچتی ہے، تو صبر کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل کی امید رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہوتے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَكِنْ أَذَقْنَاهُ﴾ ”اور اگر ہم اسے چکھاتے ہیں۔“ یعنی وہ شخص جو بھلائی کی دعا سے اکتانہ نہیں اور اگر اسے کوئی تکلیف پہنچے تو مایوس ہو جاتا ہے۔ ﴿رَحْمَةً مِنَّا﴾ ”اپنی طرف سے رحمت۔“ یعنی اس برائی کے بعد جو اسے پہنچی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ اسے مرض سے شفا دیتا ہے یا اس کا فقر دور کر کے غنی بنا دیتا ہے۔ تو وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتا بلکہ وہ بغاوت اور سرکشی کا رویہ اختیار کرتا ہے اور کہتا ہے: ﴿هَذَا لِي﴾ یعنی یہ مجھے عطا ہوا ہے کیونکہ میں اس کا اہل اور مستحق ہوں۔ ﴿وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً﴾ ”اور میں نہیں خیال کرتا کہ قیامت برپا ہوگی۔“ یہ اس کی طرف سے انکار قیامت ہے اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت اور رحمت کی ناسپاسی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئی۔

﴿وَلَكِنْ رُجِعْتُ إِلَىٰ رَبِّي إِنَّ لِي عِنْدَهُ لَلْضَنَىٰ﴾ فرض کیا اگر قیامت کی گھڑی آ ہی جائے اور مجھے اپنے رب کی طرف لوٹایا جائے تو میرے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی بھلائی ہے۔ جس طرح دنیا میں مجھے نعمتوں سے نوازا گیا ہے اسی طرح آخرت میں بھی مجھے نعمتوں سے بہرہ مند کیا جائے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں سب سے بڑی جسارت اور بلا علم قول ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو وعید سناتے ہوئے فرمایا: ﴿فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِمَا عَمِلُوا وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ﴾ ”پس کافر جو عمل کرتے ہیں وہ ہم انہیں ضرور بتائیں گے اور انہیں سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔“ یعنی نہایت سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔

﴿وَإِذَا أَنْعَمْنَا عَلَى الْإِنْسَانِ﴾ یعنی جب ہم انسان کو صحت اور رزق وغیرہ کی نعمت سے بہرہ ور کرتے ہیں ﴿أَعْرَضَ﴾ ”تو وہ اپنے رب اور اس کی شکر گزاری سے روگردانی کرتا ہے۔“ ﴿وَنَايَجُنِبُهُ﴾ ”اور تکبر اور خود پسندی کی بناء پر کنارہ کش ہو جاتا ہے۔“ ﴿وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ﴾ ”اور اگر اسے برائی پہنچتی ہے۔“ یعنی اگر مرض اور فقر اسے آ لیتا ہے ﴿فَذُوْ دُعَاءٍ عَرِيضٍ﴾ ”تو عدم صبر کی بنا پر بہت دعائیں کرتا ہے، پس کوئی بھی تنگی میں صبر کرتا ہے نہ فراخی میں شکر، سوائے اس شخص کے جس کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت سے نوازا ہو۔“

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ثَمَرٌ كَفَرْتُمْ بِهِ مَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ

کہہ دیجئے: بھلا دیکھو تو! اگر ہو وہ (قرآن) اللہ کی طرف سے پھر انکار کرو تم اس کا تو کون زیادہ گمراہ ہے اس شخص سے کہ ہے

هُوَ فِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ۝ سَرَّيْهِمْ أَيْتَنَا فِي الْإِفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّى
 وَه مخالفت میں دور کی ۝ عنقریب دکھائیں گے ہم ان کو اپنی نشانیاں کناروں میں اور ان کے نفوس میں یہاں تک کہ
 يَتَّبِعِينَ لَهُمْ أَنَّ الْحَقَّ أَوْلَمُ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝
 واضح ہو جائیگا ان کیلئے کہ بیشک وہ (قرآن) حق ہے کیا کافی نہیں ہے آپ کا رب (اس بات پر) کہ بیشک وہ اوپر ہر چیز کے گواہ ہے ۝
 أَلَا إِنَّهُمْ فِي مَرِيَّةٍ مِّنْ لِّقَاءِ رَبِّهِمْ ط أَلَا إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ ۝
 خبردار! بے شک وہ لوگ شک میں ہیں اپنے رب کی ملاقات سے، خبردار! بے شک وہ ہر چیز کو گھیرنے والا ہے ۝

﴿قُلْ﴾ قرآن کی تکذیب اور کفرانِ نعمت میں جلدی کرنے والوں سے کہہ دیجئے: ﴿أَرَأَيْتُمْ إِنْ كَانَ﴾
 ”مجھے بتائیے اگر یہ ہو!“ یعنی یہ قرآن ﴿مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ﴾ بغیر کسی شک و شبہ کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ﴿ثُمَّ
 كَفَرْتُمْ بِهِ مِنْ أَضَلِّ مِمَّنْ هُوَ فِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ﴾ پھر تم اس سے انکار کرو تو اس سے بڑھ کر کون گمراہ
 ہے جو اس (قرآن) کی مخالفت میں دور تک نکل گیا ہو؟“ یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی مخالفت
 اور عناد میں کیونکہ حق تم پر واضح ہو چکا ہے اس کے باوجود تم نے اس سے منہ موڑا، تم نے حق کو نہیں بلکہ باطل اور
 جہالت کو اختیار کیا ہے۔ تب تم لوگوں میں سے سب سے زیادہ گمراہ اور سب سے بڑھ کر ظالم ہو۔ اگر تمہیں اس کی
 حقیقت اور صحت میں کوئی شک ہے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی نشانیاں دکھائے گا اور دلائل قائم کرے گا، مثلاً: آسمان
 اور زمین کی نشانیاں اور ایسے بڑے بڑے حوادث دکھائے گا جنہیں اللہ تعالیٰ وجود میں لاتا ہے جو صاحبِ بصیرت
 کے لئے حق پر دلالت کرتے ہیں۔ ﴿وَفِي أَنْفُسِهِمْ﴾ ”اور خود ان کے نفوس میں بھی۔“ ایسی نشانیاں ہیں جو
 اس کی تعجب خیز کاریگری اور اس کی لامحدود قدرت میں سے ہیں، نیز اہل تکذیب پر عذاب اور عبرتناک سزاؤں
 کے نزول اور اہل ایمان کی نصرت میں ان کے لئے دلائل ہیں۔ ﴿حَتَّى يَتَّبِعِينَ لَهُمْ﴾ ”حتیٰ کہ ان پر واضح
 ہو جائے گا۔“ ان آیات سے جن میں شک کی کوئی گنجائش نہیں ﴿أَنَّ الْحَقَّ﴾ ”بلاشبہ وہ حق ہے۔“

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی نشانیاں دکھاتا ہے جس سے حق واضح ہو جاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ایمان
 کی توفیق سے نواز دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے اپنے حال پر چھوڑ کر اس سے الگ ہو جاتا ہے۔ ﴿أَوْلَمُ يَكْفِ
 بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ﴾ ”کیا یہ بات کافی نہیں کہ آپ کا رب ہر شے پر گواہ ہے؟“ یعنی کیا ان کے
 لئے اس حقیقت پر اللہ تعالیٰ کی شہادت کافی نہیں کہ قرآن حق ہے اور اس کو پیش کرنے والی ہستی سچی ہے کیونکہ
 اللہ تعالیٰ نے اس کی صداقت کی گواہی دی ہے اور وہ سب سے سچا گواہ ہے اللہ تعالیٰ نے اس ہستی کی تائید فرمائی
 اور نصرت سے نوازا جو اس شخص کے لئے شہادتِ قویٰ کو متضمن ہے جو اس میں شک کرتا ہے۔

﴿أَلَا إِنَّهُمْ فِي مَرِيَّةٍ مِّنْ لِّقَاءِ رَبِّهِمْ﴾ ”آگاہ رہو! یہ لوگ اپنے رب کی ملاقات سے شک میں ہیں۔“

یعنی وہ حیات بعد الموت اور قیامت کے بارے میں شک کرتے ہیں، ان کے نزدیک دنیا کی زندگی کے سوا اور کوئی زندگی نہیں، اس لئے وہ آخرت کے لئے کوئی کام کرتے ہیں نہ آخرت کی طرف التفات کرتے ہیں۔ ﴿اَلَا اِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ﴾ آگاہ رہو! بے شک اس نے اپنے علم، قدرت اور غلبے سے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے۔

تَفْسِیْرُ سُورَةِ الشُّوْرٰی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شرع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

سُورَةُ الشُّوْرٰی
(۱۳۱ مَائِدَة ۱۳۱)

اٰیَاتُهَا ۵۳
رُكُوْعَاتُهَا ۵

حَمْدٌ ① عَسَقٌ ② كَذٰلِكَ يُوْحٰى اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ اللّٰهُ
حَمْدٌ ① عَسَقٌ ② اسی طرح وحی کرتا ہے آپ کی طرف اور ان لوگوں کی طرف جو آپ سے پہلے (تھے) اللہ
الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ③ لَهُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ط وَهُوَ الْعَلِیُّ
زبردست، خوب حکمت والا ③ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور وہ بلند ہے خوب
الْعَظِیْمُ ④ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَقَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلَائِكَةُ یُسَبِّحُوْنَ
عظمت والا ④ قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائیں اپنے اوپر سے۔ اور فرشتے تسبیح کرتے ہیں
بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِی الْاَرْضِ ط اَلَا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ
اپنے رب کی حمد کے ساتھ اور مغفرت مانگتے ہیں ان کے لیے جو زمین میں ہیں، خبردار! بلاشبہ اللہ وہی ہے بڑا بخشنے والا
الرَّحِیْمُ ⑤ وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖ اَوْلِیَآءَ اللّٰهُ حَفِیْظٌ عَلَیْہُمْ ط وَمَا
نہایت مہربان ⑤ اور وہ لوگ جنہوں نے بنا لیے اس کے سوا (دوسرے) کارساز! اللہ نگہبان ہے ان پر اور نہیں
اَنْتَ عَلَیْہُمْ بِوَكِیْلٍ ⑥ وَكَذٰلِكَ اَوْحٰیْنَا اِلَیْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لِتُنْذِرَ
ہیں آپ ان پر نگران ⑥ اور اسی طرح وحی کی ہم نے آپ کی طرف ایک قرآن عربی کی تاکہ ڈرائیں آپ
اَمْرَ الْقُرٰی وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ یَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَیْبَ فِیْہِ فَرِیْقٌ فِی الْجَنَّةِ
مکہ (والوں) کو اور انکو جو ارد گرد ہیں اسکے اور ڈرائیں آپ جمع ہونے کے دن سے کہ نہیں ہے شک جس میں، ایک گروہ جنت میں ہوگا
وَفَرِیْقٌ فِی السَّعِیْرِ ⑦ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَلٰكِنْ
اور ایک گروہ بھڑکنے والی آگ میں ⑦ اور اگر چاہتا اللہ تو یقیناً کر دیتا ان (سب) کو امت ایک ہی اور لیکن
یُدْخِلُ مَنْ یَّشَآءُ فِی رَحْمَتِہٖ ط وَالظَّالِمُوْنَ مَا لَہُمْ مِنْ وَّلِیٍّ وَلَا
داخل کرتا ہے وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں اور ظالم، نہیں ہے ان کے لیے کوئی دوست اور نہ
نَصِیْرٌ ⑧ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖ اَوْلِیَآءَ ۚ قَالَ اللّٰهُ هُوَ الْوَلِیُّ
کوئی مددگار ⑧ کیا بنا لیے انہوں نے اس کے سوا (دوسرے) کارساز؟ پس اللہ ہی ہے کارساز

وَهُوَ يُحْيِي الْمَوْتَىٰ ذَوُو عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ٤٢

اور وہی زندہ کرے گا مردوں کو اور وہ اوپر ہر چیز کے خوب قادر ہے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ اس نے یہ قرآن عظیم نبی کریم ﷺ کی طرف وحی کیا ہے جس طرح آپ سے پہلے انبیاء و مرسلین کی طرف وحی کی۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا ذکر ہے کہ اس نے گزشتہ زمانوں میں اور بعد میں آنے والے زمانوں میں کتابیں نازل کیں اور انبیاء و مرسل مبعوث کئے، نیز یہ کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کوئی انوکھے رسول نہیں، آپ کا طریقہ وہی ہے جو پہلے انبیاء و مرسلین کا طریقہ تھا۔ آپ کے احوال گزشتہ انبیاء کے احوال سے مناسبت رکھتے ہیں۔ جو دعوت آپ لے کر آئے ہیں وہ گزشتہ انبیاء کی دعوت سے مشابہت رکھتی ہے کیونکہ ان کی دعوت اور آپ کی دعوت سب حق اور سچ ہے اور یہ کتابیں اسی ہستی کی طرف سے نازل کی گئی ہیں جو الوہیت، غلبہ عظیم اور حکمت بالغہ سے موصوف ہے، تمام عالم علوی اور عالم سفلی اس کی ملکیت اور اس کی تدبیر قدری اور تدبیر شرعی کے تحت ہیں۔

﴿الْعَلِيُّ﴾ وہ اپنی ذات، اپنی قدرت اور اپنے قہر و غلبہ کے ساتھ بلند ہے ﴿الْعَظِيمُ﴾ ”وہ عظمت والا ہے۔“ جس کی عظمت شان سے ﴿تَكَادُ السَّمَوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ﴾ ”قریب ہے کہ آسمان اپنے اوپر سے پھٹ پڑیں۔“ باوجود اپنی عظمت اور مضبوطی کے ﴿وَالْمَلٰٓئِكَةُ﴾ اور مکرم و مقرب فرشتے اس کی عظمت کے سامنے سرنگوں، اس کے غلبہ کے سامنے عاجز اور اس کی ربوبیت کے سامنے مطیع اور فروتن ہیں۔ ﴿يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ﴾ ”وہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتے ہیں۔“ یعنی وہ اس کی تعظیم اور ہر نقص سے اس کی تنزیہ کرتے ہیں اور ہر صفت کمال سے اسے متصف قرار دیتے ہیں۔ ﴿وَيَسْتَغْفِرُونَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ﴾ ”اور جو زمین میں ہیں ان کے لیے وہ مغفرت طلب کرتے ہیں۔“ ان سے جو ایسی باتیں صادر ہوتی ہیں جو ان کے رب کی عظمت اور کبریائی کے لائق نہیں، اس پر ان کے لئے بخشش مانگتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ﴿هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾ ”اللہ ہی بڑا بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“ اگر اس کی مغفرت اور رحمت نہ ہوتی تو مخلوق پر فورا عذاب بھیج دیتا جو ان کی جڑ کاٹ کر رکھ دیتا۔

اس امر کا ذکر کرنے کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء و مرسلین کی طرف عام طور پر اور نبی مصطفیٰ محمد ﷺ پر خاص طور پر وحی بھیجی، ان اوصاف سے اپنے آپ کو موصوف کرنے میں، اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ اس قرآن کریم میں ایسے دلائل و براہین ہیں جو اللہ تعالیٰ کے کمال، اس کے ان اسمائے عظیم سے اپنے آپ کو موصوف کرنے پر دلالت کرتے ہیں جو اس بات کے موجب ہیں کہ قلوب اللہ تعالیٰ کی معرفت، اس کی محبت، اس کی تعظیم اور اس کے جلال و اکرام سے لبریز ہوں، اپنی تمام ظاہری اور باطنی عبودیت کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ کے ہم سر بنانا جن کے ہاتھ میں کوئی نفع و نقصان نہیں، سب سے بڑا ظلم اور قبیح ترین قول ہے۔ یہ خود ساختہ ہم سر و معبود محض مخلوق ہیں اور اپنے تمام احوال میں اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں۔ بنا بریں اس کے بعد فرمایا: ﴿وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ اَوْلِيَاءَ﴾ ”اور جنہوں نے اس کے سوا کارساز بنا رکھے ہیں۔“ وہ ان کی اس طرح عبادت اور اطاعت کرتے ہیں جس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت کرتے ہیں۔ یہ خود ساختہ معبود حقیقت میں والی اور مددگار نہیں ہیں، ان مشرکین نے محض باطل کو اختیار کر رکھا ہے۔

﴿اللَّهُ حَفِیْظٌ عَلَیْهِمْ﴾ ”اللہ ان پر نگران ہے۔“ وہ ان کے اعمال کو (ان کے نامہ اعمال میں) محفوظ کرتا ہے، سو وہ ان کے اچھے برے اعمال کی جزا دے گا۔ ﴿وَمَا اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِوَكِیْلٍ﴾ ”اور آپ ان کے ذمہ دار نہیں۔“ کہ آپ سے ان کے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے۔ آپ تو صرف پہنچا دینے والے ہیں اور آپ نے اپنا فرض پورا کر دیا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ اور لوگوں پر اپنے احسان کا ذکر فرمایا کہ اس نے نازل کیا ہے ﴿قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا﴾ ”عربی قرآن۔“ جو اپنے الفاظ و معانی میں واضح ہے۔ ﴿لَتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰی﴾ ”تاکہ آپ اہل مکہ کو ڈرائیں۔“ اس سے مکہ مکرمہ ہی مراد ہے۔ ﴿وَمَنْ حَوْلَهَا﴾ اور جو مکہ مکرمہ کے ارد گرد عرب بستیاں ہیں اور پھر یہ ڈرانا تمام مخلوق کو شامل ہو جاتا ہے۔ ﴿وَتُنْذِرَ﴾ تاکہ آپ لوگوں کو ڈرائیں ﴿یَوْمَ الْجَنْجِ﴾ اس دن سے جس میں اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو جمع کرے گا۔ اور انہیں آگاہ کیجے کہ ﴿لَا رِیْبَ فِیْهِ﴾ اس دن کے آنے میں کوئی شک نہیں اور اس دن تمام مخلوق دو گروہوں میں تقسیم ہوگی۔ ﴿فَرِیْقٌ فِی الْجَنَّةِ﴾ ”ایک گروہ جنت میں ہوگا۔“ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور انہوں نے انبیاء و مرسلین کی تصدیق کی ﴿وَفَرِیْقٌ فِی السَّعِیْرِ﴾ ”اور ایک گروہ آگ میں ہوگا۔“ یہ لوگ کفار اور اہل تکذیب کی تمام اصناف پر مشتمل ہیں۔

﴿وَ﴾ ”اور“ بایں ہمد اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو بنا دیتا تمام لوگوں کو ﴿اُمَّةً وَّاحِدَةً﴾ ”ایک امت“ جو راہ ہدایت پر چلتی کیونکہ وہ قادر مطلق ہے، کسی چیز کو اس کے سامنے دم مارنے کی مجال نہیں مگر اس نے ارادہ کیا کہ وہ اپنی مخلوق کے خاص بندوں میں سے جسے چاہے اپنی رحمت کے سایہ میں لے لے۔

رہے ظالم لوگ جن سے کوئی نیکی نہیں ہوتی تو وہ اس کی رحمت سے محروم رہیں گے۔ ﴿مَا لَهُمْ﴾ ”نہیں ہے ان کے لیے۔“ اللہ کے سوا ﴿مَنْ وَّلٰی﴾ ”کوئی کارساز۔“ جو ان کی مدد کر سکے اور اس طرح ان کو اپنا محبوب و مرغوب مقصد حاصل ہو سکے۔ ﴿وَلَا نَصِیْرٌ﴾ ”اور نہ کوئی مددگار ہوگا۔“ جو ان سے کسی تکلیف دہ امر کو دور کر سکے۔ ﴿اَمْ اَتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ اَوْلِیَاءَ﴾ ”کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوا دوسروں کو کارساز بنا رکھا ہے؟“ جو

ان کی عبادت کے ذریعے سے ان کو اپنا مددگار بناتے ہیں، وہ قبیح ترین غلطی کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی

والی و مددگار ہے، اس کے بندے اس کی عبادت و اطاعت اور ہر ممکن وسیلہ تقرب کے ذریعے سے اس کو اپنا سرپرست بناتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بالعموم تمام بندوں کا اپنی تدبیر اور ان پر قدرت کے نفاذ کے ذریعے سے سرپرست ہے اور خاص طور پر اپنے مومن بندوں کی اس طرح سرپرستی فرماتا ہے کہ ان کو تارکیوں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے، اپنے لطف و کرم سے ان کی تربیت کرتا اور تمام امور میں ان پر اپنی اعانت کا فیضان کرتا ہے۔ ﴿وَهُوَ يُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ اور وہی مردے زندہ کرے گا اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔ یعنی زندگی و موت اور نفوذ مشیت و قدرت میں وہی تصرف کرتا ہے اور وہی اکیلا عبادت کا مستحق ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبِّي عَلَيْهِ

اور جو کچھ کہ اختلاف کیا تم نے اس میں کسی چیز سے تو فیصلہ اس کا اللہ کی طرف ہے یہی اللہ میرا رب ہے اسی پر توکل کرو ۱۰ ﴿وَالِيهِ أُنِيبُ ۖ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ

میں نے پھر وسایا اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں ۱۱ (وہ) پیدا کرنے والا ہے آسمانوں اور زمین کا بنائے اس نے تمہارے لیے تمہارے ہی انفسوں سے

اَزْوَاجًا ۚ وَمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا يَذُرُّوْكُمْ فِيْهِ طَلِيْسٌ كَيْتِلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ

جوڑے اور چوپاؤں سے بھی (ان کے) جوڑے پھیلاتا ہے وہ تم کو اس میں نہیں ہے اس کی مثل کوئی چیز اور وہ

السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۙ لَهُ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَبْسُطُ الرِّزْقَ

خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے ۱۲ اسی کے لیے ہیں کنجیاں آسمانوں اور زمین کی وہ کشادہ کرتا ہے رزق

لِمَنْ يَّشَاءُ وَيَقْدِرُ ط إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۙ ۱۳

جس کے لیے چاہتا ہے اور وہی ننگ کرتا ہے بلاشبہ وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے ۱۴

﴿وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ﴾ اور جن باتوں میں تم آپس میں اختلاف رکھتے ہو۔ یعنی اپنے دین کے اصول و فروع میں اگر تم ایک دوسرے سے متفق نہ ہو۔ ﴿فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ﴾ تو اسے اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت کی طرف لوٹایا جائے وہ دونوں جو فیصلہ کریں وہی حق ہے اور جو ان دونوں کے خلاف ہو وہ باطل ہے۔ ﴿ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبِّي﴾ یہی اللہ میرا رب ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کائنات کا رب، خالق، رازق اور مدبر ہے، اسی طرح وہ اپنے بندوں کے درمیان ان کے تمام امور میں اپنی شریعت کے مطابق فیصلہ کرتا ہے۔

آیت کریمہ کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ کسی امر پر اتفاق امت حجت قطعی ہے کیونکہ جن امور میں ہمارے درمیان اختلاف نہ ہو اسے اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف لوٹانے کا حکم نہیں دیا۔ تب معلوم ہوا کہ جس چیز پر ہم اتفاق کریں تو امت کا اتفاق اس کے حق ہونے کی دلیل کے لئے کافی ہے کیونکہ امت مجموعی طور پر معصوم عن الخطا ہے، اس لئے

یہ لازمی امر ہے کہ کسی مسئلہ پر امت کا اتفاق کتاب و سنت کے موافق ہو۔

﴿عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ﴾ ”میں نے اسی پر بھروسہ کیا۔“ جلب منفعت، دفع مضرت اور اپنی حاجت کے پورا ہونے کے بارے میں پورے وثوق کے ساتھ اسی پر اعتماد کرتا ہوں ﴿وَالْيَهُ اُنِيْبُ﴾ اور میں اپنے دل و جان سے اس کی طرف اور اس کی عبادت و اطاعت کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ یہ دوا ایسے اصول ہیں جن کا اللہ تعالیٰ اپنی کتاب عظیم میں نہایت کثرت سے ذکر فرماتا ہے کیونکہ ان دونوں کے جمع ہونے سے بندہ مومن کو کمال حاصل ہوتا ہے اور ان دونوں کے نہ ہونے یا ان میں سے کسی ایک سے محروم ہونے سے بندہ مومن کمال سے محروم ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ (الفاتحہ: ۴/۱) ”ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد کے طلب گار ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ﴾ (ہود: ۱۱/۱۲۳) ”اس کی عبادت کیجئے اور اس پر بھروسہ کیجئے۔“

﴿فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی قدرت، مشیت اور حکمت سے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے۔ ﴿جَعَلَ لَكُم مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا﴾ ”اسی نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے۔“ تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کر سکو، تمہاری نسل بڑھ سکے اور تمہیں فائدہ حاصل ہو ﴿وَمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا﴾ ”اور چوپایوں کے بھی جوڑے بنائے۔“ یعنی تمام اصناف سے نر اور مادہ دونوں اقسام بنائیں تاکہ ان کی نسل باقی رہ کر بڑھتی رہے اور تمہاری بہت سی ضرورتیں پوری ہوں۔ اس لئے اس کو ”لام“ کے ذریعے متعدی بنایا ہے جو تعلیل پر دلالت کرتا ہے یعنی اس نے یہ جوڑے تمہارے لیے اور تم پر اپنی نعمت کی تکمیل کے لیے بنائے ہیں، اس لیے فرمایا: ﴿يَذَرُوْكُمْ فِيْهِ﴾ یعنی وہ تمہیں پھیلاتا اور بڑھاتا ہے اور تمہارے موشیوں کو بھی بڑھاتا ہے، اس طریقے سے کہ اس نے تمہارے لئے تم میں سے تمہارے جوڑے بنائے اور تمہارے لئے تمہارے موشیوں کے جوڑے بنائے۔

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ﴾ ”کوئی چیز اس کے مشابہ نہیں۔“ یعنی اس کی مخلوقات میں سے کوئی چیز اس کی ذات میں، اس کے اسماء میں، اس کی صفات میں اور اس کے افعال میں مشابہت رکھتی ہے نہ مماثلت کیونکہ اس کے تمام اسماء اسمائے حسنی ہیں اور اس کی تمام صفات صفات کمال و عظمت ہیں۔ اس نے اپنے افعال کے ذریعے سے اتنی بڑی کائنات کو بغیر کسی مددگار کے وجود بخشا۔ پس اس جیسی کوئی چیز نہیں کیونکہ وہ ہر لحاظ سے اپنے کمال میں واحد اور مفرد ہے۔ ﴿وَهُوَ السَّمِیْعُ﴾ ”اور وہ خوب سننے والا ہے۔“ یعنی مخلوقات کی مختلف زبانوں اور متنوع حاجات کے باوجود وہ سب کی آوازیں سنتا ہے ﴿الْبَصِیْرُ﴾ ”خوب دیکھنے والا ہے۔“ وہ سیاہ رات میں ٹھوس پتھر پر سیاہ چیونٹی کے ریگنے کو بھی دیکھتا ہے۔ وہ چھوٹے سے چھوٹے حیوان کے جسم میں سرایت کرتی ہوئی خوراک

اور درخت کی باریک سے باریک ٹہنی میں سرایت کرتے ہوئے پانی کو بھی دیکھتا ہے۔

یہ آیت کریمہ صفات کے اثبات اور مخلوقات سے مماثلت کی نفی کے بارے میں اہل سنت والجماعت کے مذاہب پر دلالت کرتی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ارشاد: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ میں مُشَبَّهٌ ”اہل تشبیہ“ کا رد ہے اور ﴿وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ میں مُعْطَلَةٌ ”صفات الہی کا انکار کرنے والوں“ کا رد ہے۔

﴿لَهُ مَقَالِيدُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ ”اس کے پاس آسمانوں اور زمین کی چابیاں ہیں“ آسمانوں اور زمین کے اقتدار کا وہی مالک ہے اور اسی کے ہاتھ میں رحمت و رزق اور ظاہری و باطنی نعمتوں کی کنجیاں ہیں۔ تمام مخلوق ہر حال میں جلبِ مصالح اور دفعِ ضرر کے لئے اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے۔ کسی کے ہاتھ میں کوئی اختیار نہیں، اللہ تعالیٰ ہی عطا کرتا ہے اور محروم کرتا ہے۔ اسی کے ہاتھ میں نفع و نقصان ہے، بندوں کے پاس جو بھی نعمت ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ہے اور اس کے سوا کوئی ہستی شر کو دور نہیں کر سکتی فرمایا: ﴿مَا يَفْتَحُ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَمَا يُمْسِكُ فَلَا مُرْسِلَ لَهُ مِنْ بَعْدِهِ﴾ (فاطر: ۲/۳۵) ”اللہ لوگوں پر جس رحمت کو کھول دے، اسے کوئی بند کرنے والا نہیں اور جسے وہ بند کر دے، اس کے بعد اسے کوئی بھیجے (کھولنے والا نہیں)۔“

﴿يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ﴾ وہ اصنافِ رزق میں سے جس کے لیے چاہتا ہے جو چاہتا ہے کشادہ رزق عطا کرتا ہے ﴿وَيَقْدِرُ﴾ جس کے لیے چاہتا ہے اس کا رزق تنگ کر دیتا ہے یہاں تک کہ اسے صرف بقدر حاجت رزق عطا کرتا ہے اور حاجت سے زیادہ عطا نہیں کرتا۔ یہ سب کچھ اس کے علم و حکمت کے تابع ہے، اس لئے فرمایا: ﴿إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ ”وہ اپنے بندوں کے احوال کو خوب جانتا ہے۔“ ہر شخص کو وہی کچھ عطا کرتا ہے جو اس کی مشیت تقاضا کرتی ہے اور جو اس کی حکمت کے لائق ہے۔

شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا

مقرر کیا ہے اس نے تمہارے لیے (وہ) دین کہ وصیت کی اس نے اس کی نوح کو اور وہ جسکی وحی کی ہم نے آپ کی طرف اور وہ کہ وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ ط وصیت کی ہم نے اس کی ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو یہ کہ قائم رکھو تم اس دین کو اور نہ جدا جدا ہو تم اس میں

كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ ط اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ

گراں گزرتی ہے مشرکین پر وہ (بات) کہ بلا تے ہیں آپ ان کو اس کی طرف اللہ چن لیتا ہے اپنی طرف

مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ يُنِيبُ ط

جسے چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے اپنی طرف اس کو جو رجوع کرتا ہے ○

یہ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے جس سے اس نے اپنے بندوں کو سرفراز فرمایا۔ اس نے ان کے لئے

دین اسلام پسند کیا جو تمام ادیان میں سب سے افضل اور سب سے پاک دین ہے۔ دین اسلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے چنے ہوئے بندوں کے لئے مشروع کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے چنے ہوئے بندوں میں سے بھی خاص بندوں کے لئے اس دین کو مشروع کیا اور وہ اولوالعزم انبیاء و مرسلین ہیں جن کا اس آیت کریمہ میں ذکر فرمایا جو ہر لحاظ سے تمام مخلوق میں سب سے کامل اور جن کا درجہ سب سے بلند ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جو دین ان کے لئے مشروع فرمایا، ضروری ہے کہ وہ مقدس ہستیوں کے مناسب حال اور ان کے کمال کے موافق ہو بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے دین کو قائم کرنے کے سبب سے کمال سے سرفراز فرمایا اور اپنے لئے چن لیا۔ اگر دین اسلام نہ ہوتا تو تمام مخلوق میں کوئی بھی بلندی پر نہ پہنچ سکتا۔ اسلام سعادت کی روح اور کمال کی بنیاد ہے۔ اسلام وہی ہے جو اس کتاب کریم میں دیا گیا ہے اور جس کی طرف یہ کتاب دعوت دیتی ہے، یعنی توحید، اعمال صالحہ، مکارم اخلاق اور آداب وغیرہ۔

﴿أَنْ أَقْبِلُوا الدِّينَ﴾ یعنی اس نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم دین کے تمام اصول و فروع کو قائم کرو۔ ان کو خود اپنی ذات پر نافذ کرو، پھر دوسروں پر نافذ کرنے کے لئے جدوجہد کرو۔ نیکی اور تقویٰ پر تعاون کرو، گناہ اور زیادتی پر تعاون نہ کرو۔ ﴿وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ﴾ اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا۔ تاکہ تم دین کے اصول و فروع پر متفق رہو، اس امر پر پوری توجہ رکھو کہ کہیں مسائل تم میں تفرقہ ڈال کر تمہیں گروہ درگروہ تقسیم نہ کر دیں اور یوں تم ایک دوسرے کے دشمن بن جاؤ باوجود یکہ تمہارا دین ایک ہے۔ دین پر اجتماع اور عدم تفرقہ میں وہ اجتماعات عامہ بھی شامل ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، مثلاً: حج، عیدین، جمعہ، نماز پنجگانہ اور جہاد وغیرہ۔ یہ ایسی عبادات ہیں جو اجتماع اور عدم تفرقہ کے بغیر مکمل نہیں ہوتیں۔

﴿كَبُرَ عَلَى الشُّرَكِيِّنَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ﴾ یعنی جب آپ ان کو اللہ تعالیٰ کے لئے اخلاص کی دعوت دیتے ہیں تو یہ بات ان پر بے انتہا شاق گزرتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَإِذَا ذَكَرَ اللَّهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَإِذَا ذَكَرَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ﴾ (الزمر: ۴۵۳۹) ”اور جب اکیلے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل کڑھنے لگتے ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور جب اللہ کے سوا دوسروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو یکایک خوش ہو جاتے ہیں۔“ جیسا کہ مشرکین کہتے تھے ﴿أَجْعَلِ الْإِلَهَةَ إِلَهًا وَاحِدًا إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ عَجَابٌ﴾ (ص: ۵۱۳۸) ”کیا اس نے ان سارے معبودوں کی بجائے ایک ہی معبود بنادیا، یہ تو بڑی ہی عجیب بات ہے۔“

﴿اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَنْ يَشَاءُ﴾ ”اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی بارگاہ میں برگزیدہ بنا لیتا ہے۔“ اللہ اپنی مخلوق میں ان لوگوں کو اپنے لئے منتخب کرتا ہے جن کے بارے میں وہ جانتا ہے کہ وہ اس کی رسالت، اس کی

ولایت اور اس کی نعمت کے لیے زیادہ موزوں ہیں۔ اس طرح اس نے اس امت کا انتخاب کیا اور اسے تمام امتوں پر فضیلت سے نوازا اور اس کے لئے بہترین دین چنا۔ ﴿وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَن يُّنِيبُ﴾ ”اور جو اس کی طرف رجوع کرے وہ اسے اپنی طرف راستہ دکھاتا ہے۔“ بندے کی طرف سے یہ ایسا سبب ہے جس کے ذریعے سے وہ ہدایت الہی کی منزل تک پہنچتا ہے، اپنے رب کی طرف انابت، دلی محرکات کا اس کی طرف کھینچا اور اپنے رب کی رضا کو اپنا مقصد بنانا یہ تمام اسباب طلب ہدایت کے حصول کو آسان بناتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يَهْدِيْٓ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اَتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ﴾ (المائدة: ۱۶۵) ”اس کتاب کے ذریعے سے اللہ ان لوگوں کو سلامتی کی راہیں دکھاتا ہے جو اس کی رضا چاہتے ہیں۔“

اس آیت کریمہ میں فرمایا: ﴿يَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَن يُّنِيبُ﴾ اور فرمایا: ﴿وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَن اَنَابَ اِلَيَّ﴾ (لقمن: ۵۱۳۱) ”اور چلو اس شخص کے طریق پر جو ہماری طرف رجوع کیے ہوئے ہو۔“ اور اس کے ساتھ ساتھ ہمیں صحابہ کرام کے حالات معلوم ہیں اور ان کی شدت انابت بھی جو اس بات کی دلیل ہے کہ ان کا قول اور خاص طور پر خلفائے راشدین کا قول حجت ہے۔ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ۔

وَمَا تَفَرَّقُوْا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ط وَكَوْ لَا
اور نہ جدا جدا ہوئے وہ مگر بعد اس کے کہ آگیا ان کے پاس علم (محض) سرکشی سے آپس میں اور اگر نہ ہوتی
كَلِمَةً سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلَىٰ اَجَلٍ مُّسَمًّى لِّقَضٰى بَيْنَهُمْ ط وَاِنَّ الَّذِيْنَ
ایک بات جو پہلے سے (ط) تھی آپ کے رب کی طرف سے ایک وقت مقرر تک تو ضرور فیصلہ کر دیا جاتا اس کے درمیان اور بلاشبہ وہ لوگ جو
اُوْرثُوْا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ۝۱۴ فَلِذٰلِكَ فَاَدْعُ ۚ وَاسْتَقِمُّ
وارث بنائے گئے اس کتاب کے ان کے بعد کالیہ شک میں ہیں اس کی بابت جو اضطراب انگیز ہے ۱۴ پس اسی (دین) کی طرف آپ بلائیں اور تہا را قدیم ہیں
كَمَا اُمِرْتُ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاءَهُمْ ط وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْۢ كِتٰبٍ
جیسے حکم دیا گیا ہے آپ کو اور نہ اتباع کریں انکی خواہشات کی اور کہہ دیجئے: ایمان لایا میں ساتھ اسکے جو نازل کی اللہ نے کتاب سے
وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمُ ط اللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ط لَنَّاۤ اَعْمَالُنَا وَلكُمْ اَعْمَالُكُمْ ط
اور حکم دیا گیا ہوں میں کہ انصاف کروں تمہارے درمیان اللہ رب ہے ہمارا اور رب ہے تمہارا ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال
لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ ط اللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ط ۝۱۵

نہیں کوئی جھگڑا ہمارے درمیان اور تمہارے درمیان اللہ (روز قیامت) یکجائی کر دیگا ہمارے درمیان اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ۱۵

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اپنے دین پر مجتمع رہنے کا حکم دیا اور تفرقہ سے منع کیا، اس کے بعد انہیں خبردار کیا کہ وہ اس بات پر غور نہ کریں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر کتاب نازل فرمائی کیونکہ اہل کتاب نے کتاب نازل ہونے کے

بعد جو اجتماع و اتحاد کی موجب تھی، ایک دوسرے سے اختلاف کیا، لہذا ان کا عمل کتاب اللہ کے حکم کے خلاف تھا اور یہ سب کچھ ان کی طرف سے بغاوت اور عدوان کی وجہ سے صادر ہوا کیونکہ انہوں نے آپس میں بغض، کینہ اور حسد کا رویہ رکھا جس سے ان کے درمیان عداوت پیدا ہوئی اور اس طرح اختلاف پیدا ہوا۔ اے مسلمانو! ان جیسا رویہ اختیار کرنے سے بچو۔

﴿وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ﴾ ”اور اگر تمہارے رب کی طرف سے ایک وقت مقرر تک کے لیے فیصلہ نہ ٹھہر چکا ہوتا۔“ یعنی فیصلہ کن عذاب کو ایک مدت مقررہ تک مؤخر کر دینے کا فیصلہ ﴿لَقَضَىٰ بَيْنَهُمْ﴾ ”تو ان میں فیصلہ کر دیا جاتا۔“ مگر اللہ کی حکمت اور اس کا حکم اس تاخیر کے متقاضی تھے۔ ﴿وَإِنَّ الَّذِينَ أُورِثُوا الْكِتَابَ مِنْ بَعْدِهِمْ﴾ ”اور جو لوگ ان کے بعد کتاب کے وارث ہوئے۔“ یعنی علم سے انتساب رکھنے والے لوگ جو ان کے وارث ہوئے اور ان کے جانشین ٹھہرے۔ ﴿لَفِي شَكٍّ مِنْهُ مُرِيبٌ﴾ ”بہت زیادہ شک و اشتباہ میں مبتلا ہیں جس کی وجہ سے ان میں اختلاف واقع ہو گیا۔ جہاں ان کے اسلاف نے بغاوت اور عناد کے سبب سے ایک دوسرے کے ساتھ اختلاف کیا وہاں اخلاف نے بھی شک و ریب کی بنا پر اختلاف کیا۔ اختلاف مذموم میں سب لوگ شریک تھے۔ ﴿فَلِذَلِكَ فَادْعُ﴾ ”یعنی اس دینِ قویم اور صراطِ مستقیم کی طرف اپنی امت کو دعوت دیجیے جس کی خاطر اللہ تعالیٰ نے کتابیں نازل فرمائیں اور رسول مبعوث کئے اور انھیں اس کی ترغیب دیجئے اور اس کی خاطر ان لوگوں سے جہاد کیجئے جو اس کو قبول نہیں کرتے۔“ ﴿وَاسْتَقِمْ﴾ ”اور خود بھی استقامت اختیار کیجئے“ ﴿كَمَا أُمِرْتَ﴾ ”جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے۔“ استقامت سے مراد اللہ تعالیٰ کے حکم کی موافقت ہے جس میں کوئی افراط و تفریط نہ ہو بلکہ اس میں دائمی طور پر اللہ تعالیٰ کے اوامر کی تعمیل اور اس کے نواہی سے اجتناب ہو، سو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی تکمیل کے لئے استقامت کے التزام اور دوسروں کی تکمیل کے لئے اس کی طرف دعوت دینے کا حکم دیا، نیز یہ معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو دیے گئے حکم کا اطلاق امت پر بھی ہوتا ہے مگر اس شرط کے ساتھ کہ یہ حکم صرف آپ کے ساتھ مخصوص نہ ہو۔

﴿وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ هُمْ﴾ ”یعنی دین سے منحرف لوگوں، یعنی کفار و منافقین کی خواہشات کی پیروی نہ کیجئے یہ اتباع یا تو ان کے دین کے کسی حصے کی اتباع کے ذریعے سے یا اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت کو ترک کرنے یا استقامت کو ترک کرنے سے واقع ہوتی ہے۔ اگر آپ نے علم کے آجانے کے بعد بھی ان کی خواہشات کی پیروی کی تو آپ کا شمار ظالموں میں ہوگا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے ارشاد میں وَلَا تَتَّبِعْ دِينَہُمْ نہیں کہا کیونکہ حقیقت میں ان کا دین جس کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مشروع فرمایا ہے وہی دین ہے جو تمام انبیاء و مرسلین کا دین ہے مگر ان کے قبیحین نے اس دین کی

پیروی نہ کی بلکہ وہ اپنی خواہشات کے پیچھے لگ گئے اور اپنے دین کو کھیل تماشا بنا لیا۔

﴿قُلْ﴾ ان کے مناظرہ اور بحث کرنے پر کہہ دیجئے: ﴿أَمَنْتُ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ كِتَابٍ﴾ ”جو کتاب اللہ نے نازل کی ہے میں اس پر ایمان رکھتا ہوں۔“ یعنی ان کے ساتھ آپ کا بحث و مناظرہ، اس عظیم اصول پر مبنی ہونا چاہیے جو اسلام کے شرف و جلال پر دلالت کرتا ہے اور تمام ادیان پر اس کے نگران ہونے کا اور یہ اہل کتاب جس دین پر چلنے کے دعویدار ہیں، وہ بھی اسلام کا ایک جزو ہے۔ اس آیت کریمہ میں اس بات کی طرف راہ نمائی کی گئی ہے کہ اگر اہل کتاب بعض کتابوں اور بعض رسولوں پر ایمان لا کر اور دیگر کائنات کے مناظرہ کریں تو یہ قابل قبول نہیں کیونکہ جس کتاب کی طرف یہ لوگ دعوت دیتے ہیں اور جس رسول کی طرف یہ اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں، اس کی صداقت کی شرط یہ ہے کہ وہ اس قرآن کی اور اس کو لانے والے کی تصدیق کرتا ہو، پس ہماری کتاب اور ہمارا رسول (ﷺ) ہمیں حکم دیتے ہیں کہ ہم حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو رات و انجیل پر ایمان لائیں جن کی قرآن مجید نے تصدیق کی ہے، ان کے بارے میں یہ بھی خبر دی ہے کہ وہ قرآن کی تصدیق اور اس کی صحت کا اقرار کرتی ہیں۔ مجرد تو رات و انجیل اور حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو ہمارے اوصاف بیان کرتے ہیں نہ ہماری کتاب کی موافقت کرتے ہیں تو ان پر ایمان لانے کا اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم نہیں دیا۔

﴿وَأَمَرْتُ لَأَعْبِدَ بَيْنَكُمْ﴾ ”اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف کروں۔“ یعنی ان امور میں فیصلہ کرتے وقت جن میں تم آپس میں اختلاف کرتے ہو۔ اے اہل کتاب! تمہاری عداوت اور میرے خلاف تمہارا بغض مجھے تمہارے درمیان انصاف کرنے سے روک سکتا ہے نہ اہل کتاب وغیرہ میں مختلف اقوال کے قائلین کے درمیان فیصلے میں عدل سے باز رکھ سکتا ہے اور نہ ان کے ساتھ جو حق ہے اسے قبول کرنے اور ان کے باطل کو رد کرنے سے روک سکتا ہے۔

﴿اللَّهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ﴾ ”اللہ ہی ہمارا اور تمہارا رب ہے۔“ یعنی وہ سب کا رب ہے، تم ہم سے زیادہ اس کے مستحق نہیں ہو۔ ﴿لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ﴾ ”ہمارے اچھے برے اعمال ہمارے لئے ہیں اور تمہارے اچھے برے اعمال تمہارے لئے ہیں۔“ ﴿لَا حِجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ﴾ ”ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں۔“ حقائق کے عیاں ہو جانے، باطل میں سے حق اور گمراہی میں سے ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد حجت بازی کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی کیونکہ بحث و مباحثہ کا مقصد محض حق اور باطل کو واضح کرنا ہوتا ہے تاکہ ہدایت یافتہ شخص اس سے راہ نمائی حاصل کرے اور گمراہ پر حجت قائم ہو جائے۔ اس سے مراد یہ نہیں کہ اہل کتاب مباحثہ نہیں کرتے اور یہ مراد ہو بھی کیسے سکتی ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا

بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾ (العنکبوت: ۴۶/۲۹) ”اور اہل کتاب کے ساتھ بحث مباحثہ نہ کرو مگر احسن طریقے

سے۔“ اس سے مراد وہی ہے جو ہم نے ذکر کر دی ہے۔ ﴿اللَّهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ﴾ یعنی قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ہمیں جمع کرے گا پھر وہ ہر شخص کو اس کے اعمال کی جزا دے گا۔ اس وقت واضح ہو جائے گا کہ سچا کون ہے اور جھوٹا کون؟

وَالَّذِينَ يُحَاجُّونَ فِي اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا اسْتَجِيبَ لَهُ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ

اور وہ لوگ جو جھگڑتے ہیں اللہ کے بارے میں بعد اس کے کہ مان لیا گیا اس کو ان کی دلیل کمزور ہے

عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۝۱۹

نزدیک ان کے رب کے اور اوپر ان کے غضب ہے اور ان کے لیے ہے عذاب سخت ۝

یہ آیت اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ﴾ (الشُّورَى: ۱۵۱/۴۲) کا بیان ہے۔ چنانچہ یہاں آگاہ فرمایا: ﴿الَّذِينَ يُحَاجُّونَ فِي اللَّهِ﴾ ”جو لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔“ یعنی باطل دلائل اور متناقض شبہات کے ذریعے سے۔ ﴿مِنْ بَعْدِ مَا اسْتَجِيبَ لَهُ﴾ ”اس (اللہ کی ذات) کے تسلیم کیے جانے کے بعد۔“ یعنی اس کے بعد کہ جب عقل سے بہرہ مند لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی دعوت پر لبیک کہا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے قطعی دلائل اور روشن براہین بیان کر دیے تھے تو وہ لوگ جو حق کے واضح ہو جانے کے بعد حق کے ساتھ مجادلہ کرتے ہیں ﴿حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ﴾ ان کی حجت باطل اور ناقابل قبول ہے۔ ﴿عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ ”ان کے رب کے نزدیک۔“ کیونکہ یہ ایسے امور پر مشتمل ہے جو حق کے خلاف ہیں اور جو چیز حق کے خلاف ہو وہ باطل ہوتی ہے۔ ﴿وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ﴾ ان کی نافرمانی، اللہ تعالیٰ کے دلائل و براہین سے روگردانی اور ان کو جھٹلانے کے سبب سے، ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے۔ ﴿وَلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ﴾ ”اور ان کے لیے شدید عذاب ہے۔“ یہ سخت عذاب اللہ تعالیٰ کے غضب کا نتیجہ ہے اور یہ ہر اس شخص کی سزا ہے جو باطل دلائل سے حق کے خلاف جھگڑتا ہے۔

اللَّهُ الَّذِي أَنْزَلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ وَالْمِيزَانَ ط وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ

اللہ وہ ہے جس نے نازل کی کتاب ساتھ حق کے اور ترازو اور کیا معلوم آپ کو شاید قیامت

قَرِيبٌ ۝۲۰ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِهَا وَالَّذِينَ آمَنُوا مُشْفِقُونَ

قریب ہی ہو ۝ کو وہ لوگ جو نہیں ایمان رکھتے اس پر اور وہ لوگ جو ایمان لائے ڈرنے والے ہیں

مِنْهَا ۚ وَيَعْلَمُونَ أَنَّهَا الْحَقُّ ط إِلَّا الَّذِينَ يُمَادُّونَ

اس سے اور وہ جانتے ہیں کہ وہ برحق ہے آگاہ رہو! بلاشبہ وہ لوگ جو جھگڑتے ہیں

فِي السَّاعَةِ لَفِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ ۱۸

قیامت کے بارے میں البتہ وہ دور کی گمراہی میں (بتلا) ہیں ○

یہ واضح کرنے کے بعد کہ اللہ تعالیٰ کے دلائل واضح اور روشن ہیں، کیونکہ ہر وہ شخص ان کو قبول کرتا ہے جس میں کچھ بھی بھلائی ہے، ان دلائل کا قاعدہ اور اصول بیان کیا بلکہ تمام دلائل کا جو اس نے بندوں کو عطا کئے ہیں، لہذا فرمایا: ﴿اللَّهُ الَّذِي أَنْزَلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ وَالْمِيزَانَ﴾ ”اللہ ہی تو ہے جس نے سچائی کے ساتھ کتاب نازل فرمائی اور میزان۔“ کتاب سے مراد قرآن عظیم ہے جو حق کے ساتھ نازل ہوا اور یہ حق، صدق اور یقین پر مشتمل ہے۔ تمام مطالب الہیہ اور عقائد دینیہ کے بارے میں وہ روشن نشانیوں اور واضح دلائل پر مشتمل ہے یہ کتاب عظیم بہترین مسائل اور واضح ترین دلائل لے کر آئی ہے۔

میزان سے مراد قیاس صحیح اور عقل راجح کے ذریعے سے عدل و تعبیر ہے۔ چنانچہ تمام عقلی دلائل، یعنی آفاق اور انفس میں موجود نشانیاں، شرعی تعبیرات، مناسبات، علتیں، احکام اور حکمتیں، میزان میں داخل ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے نازل فرما کر بندوں کے سامنے پیش کیا ہے کہ وہ اس کے ذریعے سے ان امور کا وزن کریں جن کا اللہ تعالیٰ نے اثبات کیا ہے یا جن کی اس نے نفی کی ہے اور ان امور کو پہچانیں جن کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں نے خبر دی ہے اور ان امور کو پہچانیں جو کتاب اور میزان پر پورے نہیں اترتے اور جن کے بارے میں دعویٰ کیا جاتا ہے کہ وہ حجت، برہان یا دلیل یا اس قسم کی کوئی تعبیر ہیں کیونکہ یہ سب باطل اور متناقض ہیں ان کے اصول فاسد اور ان کی بنیاد اور ان کے فروع منہدم ہو گئے۔

اس میزان کے ذریعے سے مسائل کی خبر اور اس کے ماخذ کی معرفت حاصل ہوتی ہے، اس کے ذریعے سے دلائل راجحہ اور دلائل مرجوحہ کے درمیان امتیاز اور اس کے ذریعے سے دلائل اور شبہات کے درمیان فرق کیا جاتا ہے۔ رہا وہ شخص جو آراستہ عبارات، ملمع شدہ خوبصورت الفاظ کے فریب میں مبتلا ہو کر معنیٰ مراد میں بصیرت حاصل نہیں کرتا تو وہ اس شان کے لوگوں میں شامل ہے نہ اس میدان کا شاہسوار ہے، پس اس کی موافقت اور مخالفت برابر ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے قیامت کے لئے جلدی مچانے والوں اور اس کا انکار کرنے والوں کو ڈراتے ہوئے فرمایا: ﴿وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيبٌ﴾ ”اور تم کو کیا معلوم شاید قیامت قریب ہی آ پہنچی ہو۔“ یعنی اس کے دور ہونے کا علم ہے نہ یہ معلوم ہے کہ وہ کب قائم ہوگی؟ پس اس کا وقوع ہر وقت متوقع ہے اور اس کے واقع ہونے کی آواز بہت خوفناک ہوگی۔ ﴿يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِهَا﴾ ”اس کی جلدی انہیں پڑی ہے جو اسے نہیں مانتے۔“ یعنی منکرین حق عناد اور تکذیب کے طور پر اور اپنے رب کو قیامت قائم کرنے سے

عاجز سمجھتے ہوئے قیامت کے لئے جلدی مچاتے ہیں۔ ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا مُشْفِقُونَ مِنْهَا﴾ ”اور اہل ایمان اس سے ڈرتے ہیں۔“ یعنی ان کے ڈرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ قیامت کے روز اعمال کی جزاء و سزا دی جائے گی اور وہ اپنے رب کی معرفت کی بنا پر ڈرتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے اعمال نجات کے حصول میں مدد نہ کر سکیں، بنا بریں فرمایا: ﴿وَيَعْلَمُونَ أَنَّهَا الْحَقُّ﴾ ”اور وہ جانتے ہیں کہ بلاشبہ یہ حق ہے۔“ جس میں کوئی جھگڑا ہے نہ شک۔

﴿إِنَّا الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِمْ فِي السَّاعَةِ﴾ ”آگاہ رہو۔! بلاشبہ جو لوگ قیامت کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔“ یعنی قیامت میں شک کرنے کے علاوہ، قیامت کے بارے میں انبیاء اور ان کے پیروکاروں سے جھگڑا کرتے ہیں، پس وہ دور کی مخالفت میں ہیں، یعنی صواب و درستی کے قریب نہیں ہیں بلکہ حق سے انتہائی دور معاندانہ اور خصمانہ رویہ اپنائے ہوئے ہیں۔ اس شخص سے بڑھ کر حق سے کون دور ہو سکتا ہے جس نے آخرت کے گھر کو جھٹلایا جو حقیقی گھر ہے جو دائمی طور پر باقی رہنے اور خلود سرمدی کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور وہ دارالجزا ہے جہاں اللہ تعالیٰ اپنے فضل و عدل کو ظاہر کرے گا۔ دنیا کے گھر کی اس دائمی گھر سے بس اتنی سی نسبت ہے جیسے کوئی مسافر درخت کے سائے تلے آرام کرے پھر اس سایہ دار درخت کو چھوڑ کر کوچ کر جائے، یہ تو عبوری گھر اور گزرگاہ ہے ہمیشہ رہنے کا ٹھکانا نہیں۔ چونکہ انہوں نے اس دار فانی کو دیکھا اور اس کا مشاہدہ کیا ہے اس لئے انہوں نے اس کی تصدیق کی اور آخرت کے گھر کو جھٹلایا جس کے بارے میں کتب الہیہ میں توازن کے ساتھ اخبار وارد ہوئی ہیں اور انبیائے کرام علیہم السلام اور ان کے پیروکاروں نے آگاہ کیا جو عقل میں سب سے زیادہ کامل، علم میں سب سے زیادہ وسعت کے حامل اور سب سے زیادہ فہم و فطانت رکھنے والے نفوس قدسیہ ہیں۔

اللَّهُ لَطِيفٌ بِعِبَادِهِ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ ۝۱۹ مَنْ كَانَ

اللہ بہت مہربان ہے اپنے بندوں کے ساتھ وہ رزق دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور وہ خوب طاقت ور و زبردست ہے ۝ جو شخص یُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ ارادہ کرتا ہے آخرت کی کھیتی کا زیادتی کرتے ہم اس کیلئے اسکی کھیتی میں اور جو شخص ارادہ کرتا ہے دنیا کی کھیتی کا دیتے ہیں ہم اسکو

مِنْهَا ۚ وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ ۝۲۰

اس میں سے کچھ اور نہیں ہے اس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ ۝

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنے لطف و کرم سے آگاہ فرماتا ہے تاکہ وہ اسے پہچانیں، اس سے محبت کریں اور اس کے فضل و کرم کے حصول کے درپے رہیں۔ لُطْفُ اللہ تعالیٰ کے اوصاف میں سے ایک وصف ہے جس سے مراد وہ ہستی ہے جو دل کی باتوں اور چھپے ہوئے بھیدوں کو بھی جانتی ہے جو اپنے بندوں کو، خاص طور

پراہل ایمان کو، اس مقام تک پہنچاتی ہے جس کے بارے میں انہیں کوئی علم ہوتا ہے نہ گمان۔ یہ بندہ مومن پر اس کا لطف و کرم ہے کہ اس نے بھلائی کے اسباب مہیا کر کے اسے بھلائی کی راہ دکھائی، جس کا اس کے دل میں خیال تک نہیں آتا، اس کی فطرت میں موجود یہ اسباب محبت حق اور اس کی اطاعت کی طرف بلا تے ہیں، نیز یہ کہ اس نے اپنے مکرم فرشتوں کو الہام کیا کہ وہ اس کے مومن بندوں کو ثابت قدم رکھیں، انہیں بھلائی کی ترغیب دیں، ان کے دلوں میں حق کو مزین کریں تاکہ یہ تزیین حق اتباع حق کی دعوت دے۔

یہ اس کا لطف و کرم ہے کہ اس نے اہل ایمان کو اجتماعی عبادات کا حکم دیا جن کے ذریعے سے ان کے عزائم میں قوت آتی ہے، ان کی ہمتیں بیدار ہوتی ہیں، بھلائی میں رغبت پیدا ہوتی ہے، بھلائی میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے اور ایک دوسرے کی پیروی کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم ہے کہ اس نے اپنے بندے کو ہر سبب مہیا کیا جو اسے معاصی سے باز رکھتا ہے اور اس کے اور معاصی کے درمیان حائل ہو جاتا ہے حتیٰ کہ اگر اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو جاتا ہے کہ دنیا، مال و متاع اور ریاست وغیرہ، جس کی خاطر دنیا دار ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کرتے ہیں، اس کے بندے کو اس کی اطاعت سے دور کر دیں گی یا اس میں غفلت پیدا کر دیں گی یا اسے معصیت پر ابھاریں گی تو وہ اس دنیا کو اس سے دور ہٹا دیتا ہے، اس لئے فرمایا: ﴿يُزِدْنِي مِّنْ يِّشَاءُ﴾ اپنی حکمت کے تقاضے اور اپنے لطف و کرم کے مطابق جسے چاہتا ہے رزق سے بہرہ مند کرتا ہے ﴿وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ﴾ ”اور وہ بہت قوت والا، نہایت غالب ہے۔“ وہ تمام قوت کا مالک ہے اس کی مدد کے بغیر مخلوق میں کسی کے پاس کوئی قوت و اختیار نہیں اسی کے سامنے کائنات سرنگوں ہے۔

پھر فرمایا: ﴿مَنْ كَانَ يُرِيدْ حَرْثَ الْآخِرَةِ﴾ ”جو آخرت کی کھیتی کا طلب گار ہو۔“ یعنی جو کوئی آخرت کا اجر و ثواب چاہتے ہوئے اس پر ایمان لاتا ہے، اس کی تصدیق کرتا ہے اور اس کے حصول کے لئے پوری طرح کوشاں رہتا ہے ﴿يُزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ﴾ ”ہم اس کی کھیتی میں اضافہ کر دیتے ہیں۔“ یعنی ہم اس کے عمل اور اس کی جزا کو کئی گنا کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُورًا﴾ (بنی اسرائیل: ۱۷/۱۹) ”اور جو کوئی آخرت کا گھر چاہے اور اس کے لئے کوشش کرے جیسا کہ کوشش کا حق ہے اور وہ مومن بھی ہو تو ایسے ہی لوگوں کی کوشش کی قدر کی جائے گی۔“ اس کے باوجود دنیا میں سے اس کے لئے مقرر کیا گیا حصہ اسے ضرور ملے گا۔ ﴿وَمَنْ كَانَ يُرِيدْ حَرْثَ الدُّنْيَا﴾ ”اور جو دنیا کی کھیتی چاہتا ہے۔“ یعنی دنیا ہی اس کا مطلوب و مقصود ہو، آخرت کے لئے کچھ بھی آگے نہ بھیجے، اسے آخرت کے ثواب کی امید ہے نہ اس کے عذاب کا ڈر ﴿لَنُؤْتِيَهُ مِنْهَا﴾ تو ہم اسے دنیا میں سے اس کا حصہ عطا کرتے ہیں جو اس کے لئے مقرر ہے۔ ﴿وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ نَّصِيبٍ﴾ ”اور اس کے لئے

آخرت میں کچھ حصہ نہیں ہوگا۔“ اس پر جنت حرام کر دی گئی اور وہ جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ کا مستحق ٹھہرا۔

یہ آیت کریمہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی نظیر ہے ﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كُنْهُمْ فِي الْأُخْرَةِ إِلَّا الْكَادُ وَحِطَّ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبِطُلَّ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (ہود: ۱۱۱، ۱۱۲) ”جو لوگ اس دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کے طلب گار ہیں ہم انہیں ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ اسی دنیا میں عطا کر دیتے ہیں اور اس میں ان کو کوئی گھٹا نہیں دیا جاتا۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں سوائے آگ کے اور کچھ نہیں اور جو کچھ انہوں نے دنیا میں کیا تھا وہ سب اکارت ہے اور جو کچھ وہ کرتے تھے، سب برباد ہونے والا ہے۔“

أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ ط وَكُلُوا كَلِمَةً
کیا ان کے لیے (اور) شریک ہیں جنہوں نے مقرر کیا ہے ان کے لیے وہ دین کہ نہیں حکم دیا اس کا اللہ نے، اور اگر نہ ہوتی بات
الْفَصْلِ لِقَضَىٰ بَيْنَهُمْ ط وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٢١﴾ تَرَى الظَّالِمِينَ
فیصلہ کرنے (کے وعدے) کی توثیق (نورانی) فیصلہ کر دیا جاتا اس کے درمیان اور بلاشبہ ظالم لوگ ان کیلئے عذاب ہے دردناک ۚ آپ دیکھیں گے ظالموں کو
مُشْفِقِينَ مِمَّا كَسَبُوا وَهُوَ وَاقِعٌ بِهِمْ ط وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
ڈر رہے ہونگے ان (عملوں کی جزا) سے جو انہوں نے کمائے اور وہ (جزا ضرور) واقع ہوگی ان پر اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل کیے انہوں نے نیک
فِي رَوْضَةٍ الْجَنَّةِ ۖ لَهُمْ مَّا يَشَاءُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ط ذَلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ﴿٢٢﴾
وہ بہرہ زاروں میں ہوں گے باغوں کے ان کے لیے ہوگا جو وہ چاہیں گے اپنے رب کے پاس یہی ہے وہ فضل بہت بڑا ۚ
ذَلِكَ الَّذِي يُبَشِّرُ اللَّهُ عِبَادَهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ط قُلْ لَا
یہ (فضل) وہی ہے جس کی خوش خبری دیتا ہے اللہ اپنے بندوں کو وہ جو ایمان لائے اور عمل کیے انہوں نے نیک کہہ دیجئے: نہیں
أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ ط وَمَنْ يَقْتَرِفْ حَسَنَةً
سوال کرتا میں تم سے اس پر کسی صلے کا، مگر محبت کا رشتے داری کی وجہ سے اور جو شخص کماتا ہے کوئی نیکی
نَزِدْ لَهُ فِيهَا حُسْنًا ط إِنَّ اللَّهَ عَفُورٌ شَكُورٌ ﴿٢٣﴾

تو زیادہ کرتے ہیں ہم اس کے لئے اس میں بھلائی کو بلاشبہ اللہ بہت بخشنے والا نہایت قدردان ہے ۚ

اللہ تبارک و تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ مشرکین نے اللہ تعالیٰ کے شریک بنا لئے جن کے ساتھ وہ دوستی رکھتے ہیں اور وہ کفر کے داعی انسانی شیاطین کے ساتھ کفر اور اعمال کفر میں شریک ہیں ﴿شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ﴾ ”انہوں نے ان کے لیے ایسا دین مقرر کیا ہے جس کا اللہ نے انہیں حکم نہیں دیا۔“ یعنی شرک اور بدعات کو رواج دیا، اپنی خواہشات نفس کے تقاضے کے مطابق اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام

ٹھہرایا اور اس کی محرمات کو حلال قرار دیا، حالانکہ دین وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ دین قرار دے تاکہ لوگ اسے دین بنائیں اور اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کریں۔ اس بارے میں اصول یہ ہے کہ ہر شخص کے لئے کسی ایسی چیز کو شریعت قرار دینا ممنوع ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے نہ آئی ہو، تب ان فساق کو شریعت سازی کا کیوں کراختیار دیا جاسکتا ہے جو کفار کے کفر میں شریک ہیں!

﴿وَكَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ﴾ ”اور اگر پہلے سے طے شدہ بات نہ ہوتی تو ان کے درمیان ضرور فیصلہ کیا جا چکا ہوتا۔“ یعنی اگر مدت مقرر نہ کر دی گئی ہوتی جسے اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے سے اختلاف رکھنے والے تمام گروہوں کے درمیان فیصلہ کن قرار دیا ہے، نیز یہ کہ وہ ان تمام لوگوں کو اس مدت تک مہلت دے گا تو اللہ تعالیٰ اسی وقت حق پرست کی سعادت اور باطل پرست کی ہلاکت کا فیصلہ کر دیتا کیونکہ ہلاکت کا تقاضا موجود ہے مگر ان لوگوں کو اور ہر ظالم کو آخرت میں دردناک عذاب کا سامنا کرنا ہے۔

اُس روز ﴿تَرَى الظَّالِمِينَ﴾ ”تم ظالموں کو دیکھو گے۔“ جنہوں نے کفر اور معاصی کے ذریعے سے اپنے آپ پر ظلم کیا۔ ﴿مُشْفِقِينَ﴾ یعنی ڈر رہے ہوں گے ﴿مِمَّا كَسَبُوا﴾ ”اس (انجام) سے جو انہوں نے (اپنے اعمال سے) کمایا۔“ کہ انہیں اپنی بد اعمالیوں کی سزا ملے گی۔ چونکہ ڈرنے والے کے ساتھ کبھی تو وہ چیز پیش آ جاتی ہے جس سے ڈرتا ہے اور کبھی وہ چیز پیش نہیں آتی اس لئے آگاہ فرمایا کہ وہ ﴿وَأَقْبَحَ يَهُمُ﴾ عذاب ان پر ضرور واقع ہوگا جس سے وہ ڈرتے ہیں کیونکہ انہوں نے اس کامل سبب کو اختیار کیا ہے جو عذاب کا موجب ہے اور اس موجب عذاب کا کوئی معارض بھی نہیں، مثلاً: توبہ وغیرہ۔ مزید برآں وہ ایسے مقام پر پہنچ چکے ہیں جہاں مہلت کا وقت گزر گیا ہے۔

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا﴾ اور وہ لوگ جو اپنے دل سے اللہ تعالیٰ، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور اس کا اظہار کیا ﴿وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾ ”اور عمل کیے نیک۔“ اس میں اعمالِ قلوب، اعمالِ جوارح، اعمال واجبہ اور اعمال مستحبہ سب شامل ہیں لہذا یہ لوگ ﴿فِي رَوْضَاتِ الْجَنَّاتِ﴾ ”بہشتوں کے باغات میں ہوں گے۔“ یعنی وہ ان باغات میں ہوں گے جو جنت کی طرف مضاف (منسوب) ہیں اور مضاف، مضاف الیہ کے مطابق ہوتا ہے۔

مت پوچھیے! ان خوبصورت باغات کی خوبصورتی، ان میں اچھل اچھل کر بہتی ہوئی ندیاں، بیلوں سے ڈھکے ہوئے درختوں کے جھنڈ، حسین مناظر، پھلوں سے لدے ہوئے درخت، چمپھاتے ہوئے پرندے، طرب انگیز آوازیں، تمام دوستوں سے ملاقاتیں اور اس ہم نشینی سے حاصل ہونے والا بہرہ کامل کیسا ہوگا؟ وہ ایسے باغات ہوں گے کہ دور دور تک حسن ہی حسن ہوگا، ان باغات کے رہنے والوں میں ان باغات کی لذتوں کی چاہت اور

اشتیاق میں اضافہ ہوگا۔

﴿لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ﴾ یعنی ان باغات میں وہ جس چیز کا ارادہ کریں گے وہ فوراً انہیں حاصل ہوگی اور جب بھی طلب کریں گے حاضر کر دی جائے گی جسے کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی بشر کے طائر خیال میں اس کا گزر ہوا ہے۔ ﴿ذَلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ﴾ ”یہی ہے بہت بڑا فضل۔“ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول میں کامیابی اور اس کے اکرام و تکریم کے گھر میں اس کے تقرب کی نعمت سے بہرہ مند ہونے سے بڑھ کر بھی کوئی فضل ہے؟

﴿ذَلِكَ الَّذِي يُبَشِّرُ اللَّهُ عِبَادَهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾ ”یہی وہ ہے جس کی اللہ اپنے بندوں کو، جو ایمان لاتے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں، بشارت دیتا ہے۔“ یہ عظیم خوشخبری جو بلاشبہ علی الاطلاق سب سے بڑی خوشخبری ہے، جس سے رحمان و رحیم نے مخلوق میں سے بہترین ہستی کے ذریعے سے، ایمان اور عمل صالح کے حاملین کو سرفراز فرمایا ہے۔ یہ جلیل ترین غایت مقصود ہے اور اس مقصد تک پہنچانے والا وسیلہ افضل ترین وسیلہ ہے۔

﴿قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ﴾ ”آپ کہہ دیجیے! میں اس پر تم سے کوئی سوال نہیں کرتا۔“ یعنی تمہیں یہ قرآن پہنچانے اور تمہیں اس کے احکام کی طرف دعوت دینے پر ﴿أَجْرًا﴾ ”اجر کا۔“ میں تم سے تمہارا مال لینا چاہتا ہوں نہ تمہارا سر دار بننا چاہتا ہوں اور نہ میری کوئی اور ہی غرض ہے ﴿إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى﴾ ”مگر قرابت داری کی محبت۔“ ایک احتمال یہ ہے کہ اس سے مراد ہو کہ میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا، سوائے ایک اجر کے، وہ تمہارے ہی لیے ہے، اس کا فائدہ بھی تمہیں ہی پہنچتا ہے، یعنی تم مجھ سے رشتہ داری کی وجہ سے محبت کرو اور یہ مودت، ایمان کی مودت سے زائد چیز ہے کیونکہ رسول (ﷺ) پر ایمان کی مودت اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے بعد رسول کی محبت کو تمام محبتوں پر مقدم رکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور ان سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ ایمان کی محبت سے زائد قرابت داری کی بنا پر اس سے محبت کرو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے قریب ترین رشتہ داروں تک اپنی دعوت پہنچائی حتیٰ کہ کہا جاتا ہے کہ قریش کے گھرانوں میں کوئی گھرانہ ایسا نہ تھا جس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی رشتہ داری نہ ہو۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے ساتھ گچی مودت و محبت ہو اور یہ ایسی محبت ہے جس کی مصاحبت میں تقرب الہی اور توسل ہوتے ہیں جن کی بنیاد اطاعت ہے جو اس مودت و محبت کی صحت و صداقت کی دلیل ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف تقرب حاصل کرنے کے لیے۔

دونوں اقوال کے مطابق، یہ استثناء اس بات کی دلیل ہے کہ رسول اکرم ﷺ تم سے اس پر کسی اجر کا مطالبہ نہیں کرتے، سوائے اس چیز کے کہ جس کا فائدہ خود سہمی کی طرف لوٹتا ہے۔ یہ کسی بھی طرح کوئی اجر نہیں بلکہ یہ تو ان کے لئے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اجر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَا لَكُمْ مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ

يُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ﴿١٨٥﴾ (البسوج: ١٨٥) ”اور وہ اہل ایمان سے صرف اس وجہ سے ناراض ہیں کہ وہ اللہ پر ایمان لائے جو زبردست، نہایت قابل تعریف ہے۔“ اور جیسے کسی کا یہ کہنا: تمہارے نزدیک فلاں شخص کا بس یہی گناہ ہے کہ وہ تمہارے ساتھ بھلائی کرنے والا ہے۔

﴿وَمَنْ يَفْتَرِ حَسَنَةً﴾ ”اور جو کوئی نیکی کا کام کرے گا۔“ یعنی نماز، روزہ اور حج پر کاربند رہتا ہے اور مخلوق کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتا ہے۔ ﴿تَزِدْ لَهُ فِيهَا حُسْنًا﴾ ”ہم اس کے لیے اس میں بھلائی بڑھا دیں گے۔“ اللہ تعالیٰ اس کے سینے کو کھول دیتا ہے، اس کے معاملے کو آسان کر دیتا ہے اور یہ نیکی کسی دوسرے نیک عمل کی توفیق کا ذریعہ بن جاتی ہے اور اس ذریعے سے مومن کے اعمال صالحہ میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے نزدیک اس کا مرتبہ بلند ہو جاتا ہے اور وہ دنیاوی اور اخروی ثواب سے بہرہ مند ہوتا ہے۔ ﴿إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ شَكُورٌ﴾ ”بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا، بہت قدر دان ہے“ وہ توبہ کرنے پر تمام بڑے بڑے گناہوں کو بخش دیتا ہے، خواہ وہ کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں۔ وہ تھوڑے سے عمل پر بہت زیادہ اجر عطا کر کے اس عمل کی قدر دانی کرتا ہے، پس وہ اپنی مغفرت کے ذریعے سے گناہوں کو بخش دیتا ہے اور عیبوں کو چھپاتا ہے اور اپنی قدر دانی کی بنا پر نیکیوں کو قبول کر کے ان میں کئی گنا اضافہ کرتا ہے۔

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۚ فَإِنْ يَشِئِ اللَّهُ يَخْتِمْ عَلَىٰ قَلْبِكَ ط وَيَسْخُ

کیا وہ کہتے ہیں گھڑ لیا ہے اس نے اوپر اللہ کے جھوٹ؟ پس اگر چاہے اللہ تو مہر لگا دے اوپر آپ کے دل کے اور مٹاتا ہے

اللَّهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ ط إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿٣٧﴾

اللہ باطل کو اور ثابت کرتا ہے حق کو اپنی باتوں سے بلاشبہ وہ خوب جانتا ہے راز سینوں کے ○

کیا رسول (ﷺ) کو جھٹلانے والے یہ لوگ اپنی جسارت اور کذب بیانی کی بنا پر کہتے ہیں: ﴿افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا﴾ ”اس (رسول) نے اللہ پر جھوٹ باندھ لیا ہے؟“ پس انہوں نے آپ پر بدترین اور فتنہ ترین بہتان لگایا، وہ یہ کہ آپ نے نبوت کا دعویٰ کر کے اور اسے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر کے، اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا ہے جبکہ آپ اس سے بری ہیں، حالانکہ وہ آپ کی صداقت اور امانت کو خوب جانتے ہیں، وہ اس صریح جھوٹ کی کیوں کر جرأت کر رہے ہیں؟ بلکہ اس ذریعے سے وہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں جسارت کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں جرح و قدح ہے کہ اس نے آپ کے لئے اس عظیم دعوت کو ممکن بنایا جو ان کے زعم کے موجب زمین کے اندر سب سے بڑے فساد کو متضمن ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس صراحت کے ساتھ نبوت کا دعویٰ کرنے اور اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنے کا اختیار بخشا، مزید برآں، وہ ظاہری معجزات، بڑے بڑے دلائل، فتح مبین اور آپ کی مخالفت کرنے والوں پر غلبہ عطا کر کے آپ کی تائید کرتا ہے۔ درآں حالیکہ اللہ تعالیٰ اس

دعوت کو اس کی جز اور بنیاد سے ختم کرنے پر قادر ہے۔ وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ رسول (ﷺ) کے قلب پر مہر لگا دے تاکہ اس کے اندر کوئی بھلائی داخل نہ ہو، جب آپ کے قلب پر مہر لگا دی جائے گی تو تمام معاملہ ختم ہو جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ جو کچھ لے کر آئے ہیں اس کی صحت پر یہ قطعی دلیل اور آپ کے نبوت کے دعویٰ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے قوی ترین شہادت ہے، اس سے عظیم اور اس سے بڑی کوئی اور شہادت نہیں مل سکتی۔ بنا بریں یہ اس کی حکمت، رحمت اور سنت جاریہ ہے کہ وہ باطل کو مٹا دیتا ہے۔ اگرچہ بعض اوقات اسے غلبہ حاصل ہوتا ہے مگر انجام کار باطل نیست و نابود ہوتا ہے۔ ﴿وَيُحَقِّقُ الْحَقَّ يَكْلَمْتِهٖ﴾ وہ اپنے سچے وعدے اور احکام تکوینی کے ذریعے سے حق کو حق کر دکھاتا ہے جس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں، نیز اپنے ان کلمات دینیہ کے ذریعے سے بھی حق کو حق کر دکھاتا ہے جو ان احکام حق کو ثابت کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مشروع کئے ہیں اور انہیں قلوب میں جا گزیر کرتے ہیں اور خرد مندوں کو بصیرت سے بہرہ مند کرتے ہیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا حق کو حق ثابت کرنا یہ ہے کہ وہ حق کا مقابلہ کرنے کے لئے باطل کو مقرر کر دیتا ہے۔ جب باطل حق کا مقابلہ کرتا ہے تو حق اپنے دلائل و براہین کے ساتھ باطل پر حملہ آور ہوتا ہے، تب نور حق اور اس کی ہدایت ظاہر ہوتے ہیں جس سے باطل مضطرب ہو کر نیست و نابود ہو جاتا ہے اور ہر ایک پر باطل کا بطلان واضح اور ہر ایک کے لیے حق پوری طرح ظاہر ہو جاتا ہے۔ ﴿إِنَّہٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُورِ﴾ یعنی جو کچھ دلوں میں ہے اور جن اچھے برے اوصاف سے دل متصف ہیں اور جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور اسے ظاہر نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے۔

وَهُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَیَعْفُو عَنِ السَّیِّئَاتِ وَیَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ﴿۵۸﴾ وَیَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ وَیَزِیْدُھُمْ جَوْثَمَ کَرْتِیْہٖ ۝ اور قبول کرتا ہے توبہ اپنے بندوں کی اور معاف کر دیتا ہے برائیاں اور جانتا ہے جو تم کرتے ہو ۝ اور قبول کرتا ہے (دعا) ان لوگوں کی جو ایمان لائے اور عمل کئے انہوں نے نیک اور زیادہ دیتا ہے ان کو مِّنْ فَضْلِہٖ ط وَالْکٰفِرُوْنَ لَھُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ﴿۵۹﴾ وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِہٖ اٰیۃً ۝ اپنے فضل سے اور کافر لوگ ان کے لیے ہے عذاب بہت سخت ۝ اور اگر فراخ کر دے اللہ رزق واسطے اپنے بندوں کے لَبَغُوْا فِی الْاَرْضِ وَلٰکِنْ یُنْزِلُ بِقَدْرِ مَا یَشَآءُ ط اِنَّہٗ بِعِبَادِہٖ خَبِیْرٌ ۝ تو ضرور وہ سرکشی کریں زمین میں اور لیکن وہ نازل کرتا ہے ساتھ ایک اندازے کے جتنا چاہتا ہے بلاشبہ وہ اپنے بندوں سے خوب خبردار بَصِیْرٌ ﴿۶۰﴾ وَهُوَ الَّذِیْ یُنْزِلُ الْغَیْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا ۝ انھیں خوب دیکھنے والا ہے ۝ اور وہ وہ ہے جو نازل کرتا ہے بارش بعد ان کے ناامید ہو جانے کے

وَيَنْشُرُ رَحْمَتَہٗ ط وَهُوَ الْوَلِیُّ الْحَمِیْدُ ﴿۶۱﴾

اور عام کر دیتا ہے اپنی رحمت کو اور وہ کارساز ہے تعریف کے لائق ۝

یہ اللہ تعالیٰ کے کمال فضل و کرم، اس کی وسعتِ جود اور اس کے لطفِ کامل کا بیان ہے کہ وہ اپنے بندوں سے صادر ہونے والی توبہ کو قبول کرتا ہے جب وہ گناہوں کو ترک کر کے ان پر نادم ہوتے ہیں اور ان گناہوں کا اعادہ نہ کرنے کا عزم کر لیتے ہیں۔ جب وہ اس توبہ میں خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کا قصد رکھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس توبہ کو قبول کرتا ہے جبکہ یہ گناہ ہلاکت اور دنیاوی و اخروی عذاب کا سبب بن چکے تھے۔

﴿وَيَعْفُوا عَنِ السَّيِّئَاتِ﴾ اللہ تعالیٰ برائیوں کو مٹا دیتا ہے، ان کے برے اثرات اور عقوبات کو بھی ختم کر دیتا ہے جن کا تقاضا یہ برائیاں کرتی ہیں اور توبہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے نزدیک دوبارہ اچھے لوگوں کے زمرے میں شمار ہونے لگتا ہے، گویا کہ اس نے کبھی کوئی برا کام کیا ہی نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے اور اسے ایسے اعمال کی توفیق بخشتا ہے جو اسے اس کا قرب عطا کرتے ہیں۔ چونکہ توبہ عظیم اعمال میں شمار ہوتی ہے جو کبھی تو کامل صدق و اخلاص کی بنا پر کامل ہوتی ہے اور کبھی صدق و اخلاص میں کمی کے سبب سے ناقص ہوتی ہے اور کبھی توبہ فاسد ہوتی ہے جب توبہ کا مقصد کوئی دنیاوی غرض ہو اور توبہ کا محلِ قلب ہے جس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ کو اس ارشاد پر ختم فرمایا: ﴿وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ﴾ ”اور تم جو عمل کرتے ہو وہ جانتا ہے۔“

اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمام بندوں کو اپنی طرف انابت کی اور تقصیر پر توبہ کرنے کی دعوت دی ہے۔ پس بندے اس دعوت کو قبول کرنے کے لحاظ سے دو اقسام میں منقسم ہیں:

(۱) پہلی قسم ان لوگوں کی ہے جنہوں نے اس دعوت کو قبول کیا، اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں ان کا وصف بیان فرمایا ہے: ﴿وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾ یعنی ان کا رب انہیں جس چیز کی طرف بلاتا ہے وہ اس کی پکار کا جواب دیتے ہیں، اس کی اطاعت کرتے ہیں اور اس کی دعوت پر لبیک کہتے ہیں کیونکہ ان کے اعمال اور عمل صالح انہیں ایسا کرنے پر آمادہ کرتے ہیں۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کی پکار پر لبیک کہتے ہیں تو وہ ان کی قدر کرتا ہے، وہ بہت بخشنے والا اور نہایت قدر دان ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے عمل کے لئے ان کی توفیق و نشاط میں اضافہ کرتا ہے، ان کے اعمال جس ثواب اور فوزِ عظیم کے مستحق ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اس سے کئی گنا زیادہ اجر عطا کرتا ہے۔

(۲) رہے وہ جو اللہ کی دعوت کو قبول نہیں کرتے اور وہ معاندینِ حق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کا انکار کرنے والے ہیں۔ ﴿لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ﴾ ان کے لئے دنیا و آخرت میں سخت عذاب ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اپنے لطف و کرم کا ذکر فرمایا کہ وہ اپنے بندوں پر دنیا کو اتنی زیادہ فراخ نہیں کرتا جس سے ان کے دین کو نقصان پہنچے، چنانچہ فرمایا: ﴿وَلَوْ بَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ﴾

”اور اگر اللہ اپنے بندوں کے لیے رزق میں فراخی کر دیتا تو وہ زمین میں فساد کرنے لگتے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے غافل ہو کر شہواتِ دنیا سے تمتع میں مصروف ہو جاتے اور دنیا انہیں ان کی خواہشاتِ نفس میں مشغول کر دیتی، خواہ وہ معصیت اور ظلم ہی کیوں نہ ہوتے۔ ﴿وَلَكِنْ يُنْزِلُ بِقَدَرٍ مَا يَشَاءُ﴾ ”لیکن وہ اپنے اندازے سے جو چیز چاہتا ہے نازل کرتا ہے۔“ یعنی اپنے لطف و کرم اور حکمت کے تقاضے کے مطابق ﴿إِنَّهُ بِعِبَادِهِ خَبِيرٌ بَصِيرٌ﴾ ”یقیناً وہ اپنے بندوں سے باخبر، خوب دیکھنے والا ہے۔“ جیسا کہ ایک اثر میں مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”میرے کچھ بندے ایسے بھی ہیں جن کے ایمان کی اصلاح صرف غنا ہی کرتا ہے اگر میں انہیں فقر و فاقہ میں مبتلا کر دوں تو یہ فقر و فاقہ انہیں فاسد کر کے رکھ دے گا اور میرے کچھ بندے ایسے بھی ہیں جن کے ایمان کی اصلاح فقر کے سوا کوئی اور چیز نہیں کرتی اگر میں انہیں غنا عطا کر دوں تو وہ ان کے ایمان کو خراب کر دے اور میرے بندوں میں سے کچھ بندے ایسے بھی ہیں جن کے ایمان کی اصلاح، صحت کے سوا کسی چیز سے نہیں ہوتی اگر میں انہیں بیمار کر دوں تو وہ انہیں فاسد کر کے رکھ دے گا اور میرے کچھ بندے ایسے بھی ہیں جن کے ایمان کی اصلاح صرف مرض سے ہوتی ہے اگر میں انہیں عافیت سے نواز دوں تو یہ عافیت ان کے ایمان کو فاسد کر دے۔ بندوں کے دلوں میں جو کچھ ہے، میں اس کے بارے میں اپنے علم کے مطابق بندوں کے امور کی تدبیر کرتا ہوں۔ بے شک میں خبر رکھنے والا اور دیکھنے والا ہوں۔“^①

﴿وَهُوَ الَّذِي يُنْزِلُ الْغَيْثَ﴾ یعنی وہی موسلا دھار بارش برساتا ہے جس کے ذریعے سے وہ زمین اور بندوں کی مدد کرتا ہے ﴿مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا﴾ ”اس کے بعد کہ وہ مایوس ہو چکے ہوتے ہیں۔“ ایک مدت سے ان سے بارش منقطع ہو چکی ہوتی ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ اب بارش نہیں ہوگی اور یوں وہ مایوس ہو کر قنط سالی کے لئے کوئی کام کرتے ہیں، پس اللہ تعالیٰ بارش برسا دیتا ہے ﴿يَنْشُرُهُ﴾ وہ اس بارش کے ذریعے سے پھیلاتا ہے ﴿رَحْمَتَهُ﴾ ”اپنی رحمت کو۔“ انسانوں اور چوپایوں کی خوراک کا سامان پیدا کر کے اور انسانوں کے نزدیک یہ بارش بہت اچھے موقع پر برستی ہے، اس موقع پر وہ خوش ہوتے اور فرحت کا اظہار کرتے ہیں۔ ﴿وَهُوَ الْوَلِيُّ﴾ ”اور وہی کارساز ہے۔“ جو مختلف تدابیر کے ساتھ اپنے بندوں کی سرپرستی اور ان کے دینی اور دنیاوی مصالح کا انتظام کرتا ہے۔ ﴿الْحَمِيدُ﴾ وہ سرپرستی اور تدبیر و انتظام میں قابل ستائش ہے اور کمال کا مالک ہونے اور مخلوق کو جو مختلف نعمتیں اس نے بہم پہنچائی ہیں، اس پر وہ قابل ستائش ہے۔

① العلل المتناہیة فی الأحادیث الواہیة، الإیمان، باب تدبیر الخلق بما یصلح للإیمان، حدیث: 27 اس حدیث

کی سند ضعیف ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے لیکن اس کا معنی و مفہوم درست ہے۔ (فتح الباری: 11/415)

وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا مِنْ دَابَّةٍ ؕ

اور اس کی نشانیوں میں سے ہے پیدا کرنا آسمانوں اور زمین کا اور جو پھیلانے اس نے ان میں جاندار

وَهُوَ عَلَىٰ جَمْعِهِمْ إِذَا يَشَاءُ قَدِيرٌ ۝

اور وہ ان کے جمع کرنے پر جب چاہے قادر ہے ۝

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ﴾ اور اس کی نشانیوں میں سے ہے۔“ یعنی اس کی عظیم قدرت کہ جس میں مردوں کو زندہ کرنا بھی ہے، کے جملہ دلائل میں سے ایک دلیل ہے ﴿خَلْقُ﴾ ”پیدائش۔“ ان ﴿السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ ”آسمانوں اور زمین کی۔“ ان کی عظمت اور وسعت کے ساتھ، وہ اللہ کی قدرت اور وسعتِ سلطنت پر دلالت کرتی ہے اور ان کی تخلیق میں جو مہارت اور مضبوطی ہے وہ اس کی حکمت پر اور ان کے اندر جو منافع اور مصالح رکھے گئے ہیں وہ اس کی رحمت کی دلیل ہیں اور یہ سب کچھ دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کی عبادت کا مستحق ہے اور اس کے سوا ہر قسم کی الوہیت باطل ہے۔

﴿مِنْ دَابَّةٍ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ ہی نے آسمانوں اور زمین میں جانداروں کی اصناف پھیلانیں اور ان کو اپنے بندوں کے لئے منافع اور مصالح قرار دیا۔ ﴿وَهُوَ عَلَىٰ جَمْعِهِمْ﴾ یعنی وہ تمام مخلوق کو ان کے مرنے کے بعد قیامت کے لئے جمع کرنے پر ﴿إِذَا يَشَاءُ قَدِيرٌ﴾ ”جب وہ چاہے خوب قادر ہے۔“ پس اس کی قدرت اور مشیت ایسا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اس کا وقوع، خبر صادق کے وجود پر موقوف ہے اور ہمیں معلوم ہے کہ انبیاء و مرسلین اور ان کی کتابوں کی طرف سے اس کے وقوع کی خبر نہایت تواتر کے ساتھ دی گئی ہے۔

وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ ۝

اور جو بھی پہنچتی ہے تم کو کوئی مصیبت تو بہ سبب اسکے جو کمایا تمہارے ہاتھوں نے اور وہ درگزر کر دیتا ہے بہت سی باتوں سے ۝ اور نہیں

أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ ۚ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۝

ہو تم عاجز کرنے والے (اسے) زمین میں اور نہیں ہے تمہارے لئے سوائے اللہ کے کوئی کارساز اور نہ کوئی مددگار ۝

اللہ تبارک و تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ بندوں کو ان کے ابدان، اموال، اولاد اور ان کی محبوب اور عزیز چیزوں میں جو بھی کوئی مصیبت پہنچتی ہے اس کا سبب ان کے ہاتھوں سے کمائی ہوئی برائیاں ہیں اور وہ برائیاں، جو اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے، اس سے بھی زیادہ ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا ہے، بندے خود اپنے آپ پر ظلم کے مرتکب ہوتے ہیں۔ ﴿وَلَوْ يَدْعَاكُمُ اللَّهُ النَّاسُ بِمَا كَسَبُوا مَا تَرَكَ عَلَىٰ ظَهْرِهِمَا مِنْ دَابَّةٍ﴾ (فاطر: ۴۵/۳۵) ”اور اگر اللہ لوگوں کو ان کے کرتوتوں پر پکڑتا تو روئے زمین پر کسی جان دار کو نہ چھوڑتا۔“

اللہ تعالیٰ کی طرف سے عقوبات کو مؤخر کرنا کسی بھول کی بنا پر ہے نہ عجز کی بنا پر ﴿وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ﴾

﴿فِي الْأَرْضِ﴾ ”اور تم زمین میں (اسے) عاجز نہیں کر سکتے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کو تم پر جو قدرت حاصل ہے اس بارے میں تم اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں پاؤ گے بلکہ تم زمین کے اندر بے بس اور عاجز ہو۔ اللہ تم پر جو حکم نافذ کرتا ہے تم اسے روکنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ ﴿وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ﴾ ”اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی دوست نہیں۔“ جو تمہاری سرپرستی کرے اور تمہیں فوائد عطا کرے ﴿وَلَا نَصِيرٌ﴾ ”اور نہ مددگار۔“ جو تم سے ضرر رساں چیزوں کو دور کرے۔

وَمِنْ آيَاتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ ٣٢ إِنْ يَشَأْ يُسْكِنِ الرِّيحَ فَيَظْلَنَ
اور اسکی نشانیاں میں سے ہیں چلنے والی کشتیاں سمندر میں مانند پہاڑوں کے ○ اگر وہ چاہے تو ٹھہرا دے ہوا کو تو ہو جائیں وہ (کشتیاں)
رَوَاكِدَ عَلَى ظَهْرِهِ ٣٣ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ٣٤
کھڑی ہونے والیں اس (سمندر) کی سطح پر بلاشبہ اس میں البتہ نشانیاں ہیں واسطے ہر صابر و شاکر کے ○ یا وہ (چاہے تو) تباہ کر دے انکو
بِمَا كَسَبُوا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيرٍ ٣٥ وَيَعْلَمَ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ
بہ سبب اسکے جو انہوں نے کمایا اور (چاہے تو) درگزر کر دے بہت سوں سے ○ اور (تاکہ) جان لیں وہ لوگ جو جھگڑتے ہیں

فِي آيَاتِنَا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيصٍ ٣٥

ہماری آیتوں میں کہ نہیں ہے ان کے لئے کوئی بھاگنے کی جگہ ○

یعنی اپنے بندوں پر رحمت اور عنایت کے جملہ دلائل میں سے ایک دلیل ﴿الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ﴾ ”سمندر میں جہاز۔“ کشتیاں، دخانی اور بادبانی جہاز ہیں جو اپنی بڑی جسامت کی بنا پر ﴿كَالْأَعْلَامِ﴾ ”بڑے بڑے پہاڑ دکھائی دیتے ہیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے ٹھائیں مارتے ہوئے سمندر کو مسخر کر دیا اور متلاطم موجوں سے ان کی حفاظت کی، یہ کشتیاں انہیں اور ان کے سامان تجارت کو دور دور ملکوں اور شہروں تک لے جاتی ہیں اور ان کے لئے ایسے اسباب مہیا کئے جو ان کو ان ملکوں اور شہروں تک جانے میں مدد دیتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان اسباب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿إِنْ يَشَأْ يُسْكِنِ الرِّيحَ﴾ ”اگر وہ (اللہ) چاہے تو ہوا کو ٹھہرا دے۔“ جس کو اللہ تعالیٰ نے ان کشتیوں کے چلنے کا سبب بنایا ہے ﴿فَيَظْلَنَ﴾ ”اور وہ رہ جائیں۔“ یعنی مختلف انواع کی کشتیاں ﴿رَوَاكِدَ﴾ ”سطح سمندر پر ٹھہر جائیں آگے بڑھیں نہ پیچھے ہٹیں۔ یہ چیز دخانی کشتیوں کے متناقض نہیں ہے کیونکہ دخانی کشتیوں کے چلنے کے لئے ہوا کا موجود ہونا شرط ہے، اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کشتیوں کو، ان پر سوار ہونے والوں کے کرتوتوں کے سبب سے تباہ کر دے، یعنی سمندر میں غرق کر کے تلف کر دے مگر وہ حلم سے کام لیتا ہے اور بہت سے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔

﴿إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ﴾ ”بے شک صبر شکر کرنے والوں کے لیے اس میں نشانیاں

ہیں۔“ یعنی جوان امور پر بہت صبر کرنے والا ہے جن کو اس کا نفس ناپسند کرتا ہے اور اس پر یہ امور شاق گزرتے ہیں۔ وہ اپنے نفس کو اس مشقت اور اطاعت پر مجبور کرتا ہے، معصیت کے داعی کو اور مصیبت کے وقت نفس کو اللہ تعالیٰ پر ناراضی سے روکتا ہے ﴿شُكْرُ﴾ نعمتوں اور آسودہ حالی میں شکر ادا کرتا ہے، وہ اپنے رب کی نعمتوں کا اعتراف کرتے ہوئے اس کے سامنے سرنگوں ہوتا ہے اور نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق صرف کرتا ہے۔ پس یہی وہ شخص ہے جو آیات الہی سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ رہا وہ شخص جو صبر سے بہرہ ور ہے نہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر کرتا ہے تو یہ شخص یا تو آیات الہی سے روگردانی کرنے والا ہے یا ان سے عناد رکھنے والا ہے اور وہ آیات الہی سے مستفید نہیں ہو سکتا۔ پھر فرمایا: ﴿وَيَعْلَمُ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِنَا﴾ ”اور جان لیں وہ لوگ جو ہماری آیتوں کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔“ کہ اپنے باطل نظریہ کے ذریعے انھیں جھٹلاتے ہیں۔ ﴿مَا لَهُمْ مِنْ مَّجْنِبٍ﴾ اس عذاب سے انہیں کوئی بچا نہیں سکے گا جو ان پر نازل ہوگا۔

فَمَا أُوتِيتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَمَتَّاعِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ ۚ وَابْقِ
پس جو بھی دیئے گئے ہوں کسی چیز سے تو وہ سامان ہے زندگانی دنیا کا اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ کہیں بہتر اور بہت پائیدار ہے
لِلَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝۱۶۱ وَالَّذِينَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبِيْرَ الْاِثْمِ
ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے اور اپنے رب پر ہی وہ بھروسہ کرتے ہیں ۝ اور وہ لوگ جو بچتے ہیں کبیرہ گناہوں
وَالْفَوَاحِشَ ۚ وَاِذَا مَا غَضِبُوْهُمْ يَغْفِرُوْنَ ۝۱۶۲ وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ ۙ وَاَقَامُوا
اور بے حیائی کے کاموں سے اور جب غصے ہوتے ہیں تو وہ معاف کر دیتے ہیں ۝ اور وہ جنہوں نے حکم مانا اپنے رب کا اور قائم کی انہوں نے
الصَّلٰوةَ ۙ وَاَمْرُهُمْ شُورٰى بَيْنَهُمْ ۙ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝۱۶۳ وَالَّذِينَ
نماز اور ان کا کام ہے مشورہ کرنا آپس میں اور اس میں سے جو دیا ہم نے ان کو وہ خرچ کرتے ہیں ۝ اور وہ لوگ

اِذَا اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ۝۱۶۴

کہ جب پہنچتا ہے ان کو ظلم تو وہ بدلہ لیتے ہیں ۝

اس آیت کریمہ میں دنیا کو ترک کرنے اور آخرت کو اختیار کرنے کی ترغیب اور ان اعمال کا ذکر ہے جو آخرت کی منزل تک پہنچاتے ہیں، لہذا فرمایا: ﴿فَمَا أُوتِيتُمْ مِنْ شَيْءٍ﴾ ”پس جو کچھ تمہیں دیا گیا ہے۔“ یعنی اقتدار، ریاست، سرداری، مال، بیٹے اور بدنی صحت و عافیت وغیرہ ﴿فَمَتَّاعِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ ”پس یہ دنیا کی زندگی کا فائدہ ہے۔“ یعنی منقطع ہونے والی لذت ہے ﴿وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ”اور جو اللہ کے پاس ہے۔“ بے پایاں ثواب، جلیل القدر اور دائمی نعمتوں میں سے وہ ﴿خَيْرٌ﴾ ”لذات دنیا سے بہتر ہے، اخروی نعمتوں اور دنیاوی لذتوں کے مابین کوئی نسبت ہی نہیں۔“ ﴿وَابْقِ﴾ ”اور زیادہ پائدار ہے۔“ کیونکہ یہ ایسی نعمتیں ہیں کہ ان میں

کوئی تکدر ہے نہ یہ ختم ہونے والی ہیں اور نہ یہ کہیں اور منتقل ہوں گی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا ذکر فرمایا جن کو اس ثواب سے بہرہ مند کیا جائے گا، فرمایا: ﴿لِلَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ﴾ یعنی جنہوں نے ایمان صحیح جو ظاہری اور باطنی ایمان کے اعمال کو مستلزم ہے اور توکل کو جمع کر لیا ہے جو ہر عمل کا آلہ ہے، لہذا ہر عمل جس کی مصاحبت میں توکل نہ ہو غیر مکمل ہے۔ جس چیز کو بندہ پسند کرتا ہے اسے حاصل کرنے اور جسے ناپسند کرتا ہے اسے دور کرنے میں قلب کے اللہ تعالیٰ پر پورے وثوق کے ساتھ بھروسہ کرنے کا نام توکل ہے۔

﴿وَالَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبِيرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشِ﴾ ”اور جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے اجتناب کرتے ہیں۔“ کبار اور فواحش، دونوں کے گناہ کبیرہ ہونے کے باوجود، فرق یہ ہے کہ فواحش وہ بڑے بڑے گناہ ہیں جن کے لئے نفس انسانی میں داعیہ موجود ہوتا ہے مثلاً: زنا وغیرہ اور کبار وہ گناہ ہیں جن کے لئے نفس میں داعیہ موجود نہیں ہوتا۔ یہ مفہوم دونوں کے اکٹھا استعمال کے وقت ہے اور رہا ان کا انفرادی وجود تو وہ سب کبار میں داخل ہیں۔

﴿وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ﴾ ”اور جب وہ غصے میں آتے ہیں تو معاف کر دیتے ہیں۔“ یعنی انہوں نے مکارم اخلاق اور محاسن عادات سے اپنے آپ کو آراستہ کر رکھا ہے، حلم ان کی فطرت اور حسن خلق ان کی طبیعت بن گیا ہے حتیٰ کہ جب کبھی کوئی شخص کسی قول یا فعل کے ذریعے سے انہیں ناراض کر دیتا ہے تو وہ اپنے غصے کو پی جاتے ہیں اور اس پر عمل نہیں کرتے بلکہ قصور بخش دیتے ہیں اور اس کے مقابلے میں حسن سلوک اور عفو و درگزر سے کام لیتے ہیں۔ پس اس عفو و درگزر پر خود ان کی ذات میں اور دوسروں میں بہت سے مصالح مترتب اور بہت سے مفاسد دور ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِذْ قُضِيَ بِآلِ يَاقَانَ الْحُكْمُ فَذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ وَمَا يُلْقِهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَمَا يُلْقِهَا إِلَّا ذُو حِظٍّ عَظِيمٍ﴾ (الحکم السجدہ: ۳۵، ۳۶/۴۱) ”برائی کو نیکی کے ذریعے سے دور کیجئے، آپ دیکھیں گے کہ وہ شخص بھی جس کی آپ کے ساتھ دشمنی ہے، جگری دوست بن جائے گا، اس وصف سے صرف وہی لوگ بہرہ مند ہوتے ہیں جو صبر کرتے ہیں اور یہ وصف صرف انہیں لوگوں کو عطا ہوتا ہے جو بڑے نصیب والے ہیں۔“

﴿وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ﴾ ”اور جو اپنے رب کا فرمان قبول کرتے ہیں۔“ یعنی جو اس کی اطاعت کرتے ہیں، اس کی دعوت پر لبیک کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی رضا ان کا مطمح نظر اور اس کے قرب کا حصول ان کی غرض و غایت بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی دعوت کا جواب دینے سے مراد ہے، نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا، اس لئے ان کا استجاب پر عطف کیا ہے، یہ خاص پر عام کے عطف کے باب میں سے ہے جو اس کے فضل و شرف کی دلیل ہے۔

اس لئے فرمایا: ﴿وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ﴾ یعنی اس کے ظاہر و باطن اور فرائض و نوافل کو قائم کرتے ہیں۔ ﴿وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ﴾ ”اور ہم نے جو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔“ یعنی نفقات واجبہ، مثلاً: زکوٰۃ اور اقارب پر خرچ کرنا وغیرہ اور نفقات مستحبہ، مثلاً: عام مخلوق پر صدقہ کرنا۔

﴿وَأَمْرُهُمْ﴾ ان کے دینی اور دنیاوی معاملات ﴿شُورَىٰ بَيْنَهُمْ﴾ ”باہم مشورے سے طے پاتے ہیں۔“ یعنی مشترکہ امور میں ان میں سے کوئی بھی اپنی رائے کو مسلط نہیں کرتا۔ یہ وصف ان کی اجتماعیت، آپس کی الفت، مودت اور محبت ہی کا حصہ ہے۔ ان کی کمال عقل ہے کہ جب وہ کسی ایسے کام کا ارادہ کرتے ہیں جس میں غور و فکر کی ضرورت ہو تو وہ اکٹھے ہو کر اس کے بارے میں بحث و تحقیق اور آپس میں مشورہ کرتے ہیں، جب ان پر مصلحت واضح ہو جاتی ہے تو اسے جلدی سے قبول کر لیتے ہیں جیسے غزوہ، جہاد، امارت یا قضا وغیرہ کے لیے اعمال مقرر کرنے میں مشورہ کرنا اور دینی مسائل میں بحث و تحقیق کرنا کیونکہ یہ اعمال مشترکہ امور میں شمار ہوتے ہیں تا کہ صحیح رائے واضح ہو جائے جسے اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔ یہ بھی اسی آیت کریمہ کے تحت آتا ہے۔ ﴿وَالَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ﴾ ”اور وہ ایسے ہیں کہ جب ان پر ظلم و تعدی ہو۔“ یعنی ان کے دشمنوں کی طرف سے ان پر کوئی زیادتی کی جاتی ہے ﴿هُمْ يَنْتَصِرُونَ﴾ ”وہ بدلہ لیتے ہیں۔“ اپنی قوت و طاقت کی بنا پر ان سے بدلہ لیتے ہیں، وہ کمزور اور بدلہ لینے سے عاجز نہیں ہیں۔

پس اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کو ایمان، اللہ پر توکل، کبار و فواحش سے اجتناب جس سے صغیرہ گناہ مٹ جاتے ہیں، مکمل اطاعت، اپنے رب کی دعوت کو قبول کرنے، نماز قائم کرنے، نیکی کے راستوں میں خرچ کرنے، اپنے معاملات میں باہم مشورہ کرنے، دشمن کے خلاف قوت استعمال کرنے اور اس سے مقابلہ کرنے سے متصف کیا ہے۔ وہ ان خصائل کمال کے جامع ہیں اور یوں ان سے کمتر افعال کے صدور اور مرقومہ بالا خصائل کے اضداد کی نفی لازم آتی ہے۔

وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ ۗ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ

اور بدلہ برائی کا برائی ہے اسی کی مثل، پس جو معاف کر دے اور صلح کر لے تو اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے بلاشبہ وہ نہیں پسند کرتا

الظَّالِمِينَ ۚ وَلَٰكِنْ أَنْتُمْ بَعْدَ ظُلْمِهِ فَأُولَٰئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِنْ سَبِيلٍ ۚ ﴿٣١﴾ إِنَّمَا

ظالموں کو اور البتہ جس نے بدلہ لیا بعد اپنے آپ پر ظلم ہونے کے تو یہی لوگ ہیں کہ نہیں ہے اور پرانے کوئی راستہ (گرفت کرنے کا) ○ بلاشبہ

السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَظْلِمُونَ النَّاسَ وَيَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ طُولَٰئِكَ

راستہ تو ان لوگوں پر ہے جو ظلم کرتے ہیں لوگوں پر اور سرکشی کرتے ہیں زمین میں ناحق، یہی لوگ ہیں

لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۚ ﴿٣٢﴾ وَلَٰكِنْ صَبْرٌ وَاعْفَ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ۚ ﴿٣٣﴾

جن کے لئے ہے عذاب دردناک ○ اور البتہ جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا تو بے شک یہ ہمت کے کاموں سے ہے ○

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے عقوبات کے مراتب بیان کئے ہیں، عقوبات کے تین مراتب ہیں: عدل، فضل اور ظلم۔

(۱) کسی کمی بیشی کے بغیر، برائی کے بدلے میں اس جیسی برائی، مرتبہ عدل ہے۔ پس جان کے بدلے جان ہے، عضو کے بدلے اس جیسا عضو اور مال کی ضمان اسی جیسا مال ہے۔

(۲) برائی کرنے والے کو معاف کر کے اصلاح کرنا مرتبہ فضل ہے، اس لئے فرمایا: ﴿فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ﴾ ”پس جو کوئی درگزر کرے اور اصلاح کرے تو اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے۔“ اللہ تعالیٰ اسے اجر عظیم اور ثواب جزیل عطا کرے گا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے درگزر کرنے میں اصلاح کی شرط دلالت کرتی ہے کہ اگر مجرم عفو کے لائق نہ ہو اور مصلحت شرعیہ اس کو سزا دینے کا تقاضا کرتی ہو تو اس صورت میں وہ عفو پر مامور نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا معاف کرنے والے کو اجر عطا کرنا، عفو پر آمادہ کرتا ہے، نیز اس بات کی ترغیب دیتا ہے کہ وہ مخلوق کے ساتھ وہ معاملہ کرے جو وہ اپنے بارے میں چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ کرے تو جیسا کہ وہ پسند کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دے، لہذا اسے بھی چاہیے کہ وہ لوگوں کو معاف کر دے اور جیسا کہ وہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ نرمی کرے، تب اسے بھی چاہیے کہ وہ لوگوں کے ساتھ نرمی کرے کیونکہ جزا عمل کی جنس سے ہوتی ہے۔

(۳) رہا مرتبہ ظلم تو اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد میں ذکر فرمایا ہے: ﴿إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ﴾ ”یقیناً وہ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔“ جو دوسروں پر زیادتی کرنے میں ابتدا کرتے ہیں یا جرم کرنے والے سے اس کے جرم سے بڑھ کر بدلہ لیتے ہیں تو یہ زیادتی ظلم ہے۔ ﴿وَلَكِنْ اَنْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ﴾ جو ظلم کے وقوع کے بعد ظلم کرنے والے سے بدلہ لیتا ہے ﴿فَاُولَٰئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِنْ سَبِيلٍ﴾ تو یہی وہ لوگ ہیں جن پر بدلہ لینے میں کوئی گناہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿وَالَّذِينَ إِذَا اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ﴾ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿وَلَكِنْ اَنْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ﴾ دلالت کرتے ہیں کہ ظلم و زیادتی کے وقوع کے بعد بدلہ لینا ضروری ہے۔

رہا کسی پر ظلم اور زیادتی کا ارادہ کرنا جبکہ ابھی اس سے ظلم و زیادتی واقع نہیں ہوئی تو اسے وہ سزا تو نہیں دی جائے گی جو جرم کے ارتکاب پر دی جاتی ہے، البتہ اس کو تا دہی سزا ضرور دی جائے گی جو اسے اس قول و فعل سے باز رکھ سکے جو اس سے صادر ہوا ہے۔

﴿إِنَّمَا السَّبِيلُ﴾ یعنی عقوبت شرعیہ کی حجت تو صرف انہی لوگوں پر قائم ہوگی ﴿عَلَى الَّذِينَ يَظْلِمُونَ النَّاسَ وَيَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ﴾ ”جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ملک میں ناحق فساد پھیلاتے ہیں۔“ یہ آیت لوگوں کے خون، مال اور ناموس کے بارے میں ظلم و زیادتی کو شامل ہے ﴿أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾

یعنی ان کے ظلم و زیادتی کے مطابق ان کے قلوب و ابدان کو سخت تکلیف دینے والا عذاب ہوگا۔ ﴿وَلَمَنْ صَبَرَ﴾ اور جو صبر کرے۔ یعنی مخلوق کی طرف سے جو تکلیف اسے پہنچتی ہے اس پر صبر کرتا ہے۔ ﴿وَعَفَرَ﴾ یعنی ان سے جو جرم ہوا، مساحت کرتے ہوئے ان کو بخش دیتا ہے۔ ﴿إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ﴾ یعنی یہ چیز ایسے امور میں شمار ہوتی ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے ترغیب دی، اس پر تاکید فرمائی اور آگاہ فرمایا کہ یہ صرف انہی لوگوں کو عطا ہوتی ہے جو صبر سے بہرہ مند اور بڑے نصیب والے ہیں اور یہ ان امور میں سے ہے جن کی توفیق بڑے عزم و ہمت اور عقل و بصیرت والوں کو حاصل ہوتی ہے۔

نفس کے لیے قول یا فعل سے انتقام نہ لینا انتہائی باعثِ مشقت ہے اور اذیت پر صبر کرنا، اس سے درگزر کرنا، اس کو بخش دینا اور اس کے مقابلے میں حسن سلوک سے پیش آنا تو بہت ہی پُر مشقت کام ہے مگر یہ اس شخص کے لئے آسان ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ آسان کر دے اور وہ بھی اس وصف سے متصف ہونے کے لئے اپنے نفس سے جہاد کرے اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرے۔ پھر بندہ جب اذیت برداشت کرنے کی حلاوت چکھ لیتا ہے اور اس کے آثار دیکھ لیتا ہے تو اسے شرح صدر، کشادہ دلی اور ذوق و شوق سے قبول کرتا ہے۔

وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ وَرِيٍّ مِّنْ بَعْدِهِ ط وَتَرَى الظَّالِمِينَ لَمَّا رَأَوْا

اور جسے گمراہ کر دے اللہ تو نہیں ہے اس کے لئے کوئی کارساز اس کے بعد اور آپ دیکھیں گے ظالموں کو جب دیکھیں گے وہ

الْعَذَابِ يَقُولُونَ هَلْ إِلَىٰ مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيلٍ ۖ وَتَرَاهُمْ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا

عذاب تو کہیں گے کیا ہے واپس جانے کا کوئی راستہ؟ اور دیکھیں گے آپ ان کو کہ پیش کئے جائیں گے وہ اس (جہنم) پر

خُشَعِينَ مِنَ الدَّلِيلِ يَنْظُرُونَ مِّنْ طَرَفٍ خَفِيٍّ ط وَقَالَ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ

جھکے ہوئے ذلت کی وجہ سے دیکھتے ہوں گے چھپی نگاہ سے اور کہیں گے وہ لوگ جو ایمان لائے (تھے) بلاشبہ

الْخُسْرَيْنِ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ وَاهْلِيَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ط إِلَّا الَّذِينَ الظَّالِمِينَ

خسارہ پانے والے تو وہی لوگ ہیں جنہوں نے خسارے میں ڈالا اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دن قیامت کے آگاہ رہا بلاشبہ ظالم لوگ ہی

فِي عَذَابٍ مُّقِيمٍ ۝ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ أَوْلِيَاءٍ يَنْصُرُونَهُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ ط

وہی عذاب میں ہوں گے اور نہیں ہوں گے ان کے لئے کوئی دوست جو مدد کریں ان کی سوائے اللہ کے

وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ وَرِيٍّ مِّنْ بَعْدِهِ ط

اور جسے گمراہ کر دے اللہ تو نہیں ہے اس کے لئے کوئی راستہ (ہدایت کا) ○

اللہ تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ وہ ہدایت عطا کرنے اور اصلاح کرنے میں تنہا ہے۔ ﴿وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ﴾

جسے اللہ تعالیٰ اس کے ظلم کے سبب سے گمراہ کر دے ﴿فَمَا لَهُ مِنْ وَرِيٍّ مِّنْ بَعْدِهِ﴾ تو اس کے بعد اس کا کوئی

دوست نہیں۔“ جو اس کے معاملے کی سرپرستی کرے اور اس کی راہ نمائی کرے۔ ﴿وَتَرَىٰ الظَّالِمِينَ لَمَّا رَأَوْا الْعَذَابَ﴾ اور تم ظالموں کو دیکھو گے کہ جب وہ عذاب کا بہت ہی برا، بہت مشکل اور نہایت قبیح منظر دیکھیں گے تو وہ بہت زیادہ ندامت اور اپنے گزشتہ کرتوتوں پر افسوس کا اظہار کریں گے ﴿يَقُولُونَ هَلْ أَلِیَ مَرَدٍّ مِّن سَبِيلٍ﴾ اور کہیں گے: کیا دنیا میں دوبارہ جانے کا کوئی طریقہ یا کوئی حیلہ ہے تاکہ ہم ان کاموں سے مختلف کام کریں جو ہم پہلے کیا کرتے تھے؟ ان کی یہ درخواست ایک امر محال کے لئے ہوگی جس کا پورا ہونا ممکن نہیں۔ ﴿وَتَرَاهُمْ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا﴾ اور تم ان کو دیکھو گے کہ وہ دوزخ (کی آگ) کے سامنے لائے جائیں گے۔ ﴿خُشِعِينَ مِنَ الذِّلِّ﴾ یعنی آپ ان کے اجسام کو اس ذلت کی وجہ سے عاجز اور بے بس دیکھیں گے جو ان کے دلوں میں جاگزیں ہے۔ ﴿يَنْظُرُونَ مِنْ طَرْفٍ خَفِیٍّ﴾ یعنی وہ جہنم کو اس کی ہیبت اور خوف کی وجہ سے چوری چوری ترجھی نظر سے دیکھیں گے۔ ﴿وَقَالَ الَّذِينَ آمَنُوا﴾ جب مخلوق کا انجام ظاہر ہو جائے گا اور اہل صدق دوسرے لوگوں سے ممتاز ہو جائیں گے تو اہل ایمان کہیں گے: ﴿إِنَّ الْخَاسِرِينَ﴾ حقیقت میں خسارے والے وہ لوگ ہیں ﴿الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ وَأَهْلِيَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ﴾ ”جنہوں نے قیامت کے دن اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو خسارے میں ڈالا۔“ کیونکہ انہوں نے اپنے آپ کو بے پایاں ثواب سے محروم کر لیا اور دردناک عذاب کو حاصل کیا۔ ان کے اور ان کے گھر والوں کے درمیان جدائی ڈال دی جائے گی اور وہ ان کے ساتھ کبھی اکٹھے نہ ہوں گے۔

﴿آلَآ إِنَّ الظَّالِمِينَ﴾ ”آگاہ رہو! بیشک ظالم ہی۔“ یعنی جنہوں نے کفر اور معاصی کے ذریعے سے اپنے آپ پر ظلم کیا۔ ﴿فِی عَذَابٍ مُّقِیْمٍ﴾ ”بیشکی کے عذاب میں رہیں گے۔“ یعنی وہ دردناک عذاب کے عین وسط میں ڈوبے ہوئے ہوں گے۔ وہ وہاں سے کبھی نکل سکیں گے نہ ان سے عذاب منقطع ہوگا اور وہ اس عذاب کے اندر سخت مایوس ہوں گے۔ ﴿وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ أَوْلِیَاءَ یَنْصُرُوهُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ﴾ ”اور اللہ کے سوا ان کے کوئی دوست نہیں ہوں گے جو ان کی مدد کر سکیں۔“ جیسا کہ وہ دنیا میں اپنے آپ کو امیدیں دلایا کرتے تھے، پس قیامت کے روز ان پر اور دوسرے لوگوں پر عیاں ہو جائے گا کہ وہ اسباب جن کے ساتھ انہوں نے بڑی امیدیں وابستہ کر رکھی تھیں، منقطع ہو گئے اور جب ان پر اللہ کا عذاب ٹوٹ پڑے گا تو وہ ان سے ہٹایا نہ جاسکے گا۔ ﴿وَمَنْ یُّضِلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ سَبِيلٍ﴾ ”اور جسے اللہ گمراہ کر دے، اس کے لیے کوئی راستہ نہیں۔“ کوئی ایسا طریقہ نہیں جس کے ذریعے سے وہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو حاصل کر سکے۔ یہ لوگ اس وقت گمراہ ہوئے جب یہ سمجھتے تھے کہ ان خود ساختہ شریکوں میں نفع پہنچانے اور نقصان کو دور کرنے کی طاقت ہے، تب ان کی گمراہی واضح ہو جائے گی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے انسان کی حالت بیان کی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت کا مزا چکھاتا ہے، یعنی اسے جسمانی صحت، رزق کی فراوانی اور عزت و جاہ عطا کرتا ہے تو ﴿فَرَحَ بِهَا﴾ ”وہ اس سے خوش ہو جاتا ہے۔“ یعنی وہ اس طرح خوش ہوتا ہے کہ اس کی خوشی انہی چیزوں پر مرکوز ہو کر رہ جاتی ہے، اس سے آگے نہیں بڑھتی۔ اس کے اس رویے سے ان چیزوں پر اس کی طمانیت اور منعم حقیقی سے روگردانی لازم آتی ہے۔ ﴿وَإِنْ تُبْهِمُهُمْ سَيَكُنْ﴾ ”اگر انہیں کوئی برائی پہنچتی ہے۔“ یعنی کوئی مرض یا فقر وغیرہ لاحق ہوتا ہے ﴿بِمَا قَدْ مَتَّ أَيْدِيَهُمْ فَإِنَّ﴾ اَلْإِنْسَانَ كَفُورٌ ”ان اعمال کے سبب جو انہوں نے کیے تو انسان بہت ہی ناشکرا ہے۔“ یعنی اس کی فطرت میں سابقہ نعت کی ناشکری اور اسے جو تکلیف پہنچتی ہے اس پر اللہ تعالیٰ سے ناراضی رچی بسی ہوئی ہے۔

لِلَّهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ط يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ
اللہ ہی کیلئے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی پیدا کرتا ہے وہ جو چاہتا ہے بھٹاتا ہے جسے چاہتا ہے (صرف) لڑکیاں اور بھٹاتا ہے
لِمَنْ يَّشَآءُ الذَّكَوْرَ ﴿٥٩﴾ اَوْ يَزُوْجُهُمْ ذُكْرًا وَّ اِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ
جسے چاہتا ہے (صرف) لڑکے ۝ یا ملا کر دیتا ہے ان کو لڑکے اور لڑکیاں اور کر دیتا ہے جس کو

يَّشَآءُ عَقِيْبًا ط اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿٥٩﴾

چاہتا ہے بانجھ بلاشبہ وہ خوب جاننے والا بہت قدرت رکھنے والا ہے ۝

اس آیت کریمہ میں، اللہ تعالیٰ کے لاحدود اقتدار، اپنی مخلوق اور اپنی ملکیت میں اپنی مشیت کے مطابق تصرف کے نفاذ اور تمام امور کی تدبیر کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عمومی تدبیر اسباب سے پیدا شدہ ان اشیاء کو بھی شامل ہے جنہیں بندے اختیار کرتے ہیں، پس نکاح اولاد کے لیے ایک سبب ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ انہیں جو چاہتا ہے اولاد عطا کرتا ہے، مخلوق میں کسی کو بیٹیاں عطا کرتا ہے، کسی کو بیٹے عطا کرتا ہے، کسی کو بیٹے بیٹیاں دونوں عطا کرتا ہے۔ کسی کو بانجھ رکھتا ہے اور ان کے ہاں اولاد پیدا نہیں ہوتی۔ ﴿اِنَّهٗ عَلِيْمٌ﴾ بے شک وہ ہر چیز کا علم اور ﴿قَدِيْرٌ﴾ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے، وہ اپنے علم اور مہارت کے ذریعے سے تمام اشیاء میں اور اپنی قدرت کے ذریعے سے تمام مخلوقات میں تصرف کرتا ہے۔

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ

اور نہیں لائق واسطے کسی بشر کے یہ کہ کلام کرے اس سے اللہ مگر الہام (دل میں القاء) کر کے یا پردے کے پیچھے سے یا بھیج کر

رَسُوْلًا فَيُوْحٰی بِاٰذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ط اِنَّهٗ عَلٰی حَكِيْمٍ ﴿٦٠﴾ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ رُوْحًا

فرشتہ پس وہ (وہی) پہنچاتا اس کے حکم سے جو وہ چاہتا بلاشبہ وہ بہت بلند ہے نہایت حکمت والا ۝ اور اسی طرح وحی کی ہم نے آپ کی طرف ایک روح (قرآن)

مِّنْ أَمْرِنَا ط مَا كُنْتَ تَدْرِىٰ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُورًا نَّهْدِىٰ

اپنے حکم سے نہیں تھے آپ جانے کیا ہے کتاب اور نہ ایمان اور لیکن بنادیا ہم نے اس کو نور ہدایت کرتے ہیں ہم
بِهٖ مِّنْ نَّشَآءٍ مِّنْ عِبَادِنَا ط وَ اِنَّكَ لَتَهْدِىٰ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۱﴾

اسکے ذریعے سے جس کو چاہتے ہیں اپنے بندوں میں سے اور بلاشبہ آپ البتہ رہنمائی کرتے ہیں طرف سیدھے راستے کی ○

صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِىْ لَهُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ اِلَّا اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْر ﴿۵۲﴾

اللہ کے راستے کی وہ (اللہ) جس کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے آگاہ رہو! اللہ ہی کی طرف لوٹتے ہیں سب معاملات ○

چونکہ اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی تکذیب اور اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے والے تکبر اور سرکشی کی بنا پر کہتے تھے: ﴿لَوْ

لَا يَكْتُمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاتَيْنَا اَيَةً﴾ (البقرة: ۱۱۸/۲) ”ہمارے ساتھ اللہ کلام کیوں نہیں کرتا یا ہمارے پاس

کوئی نشانی کیوں نہیں آتی؟“ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کے ذریعے سے ان کا رد کیا اور واضح فرمایا

کہ اللہ تعالیٰ تمام جہانوں میں سے صرف اپنے خاص بندوں، یعنی رسولوں سے کلام کرتا ہے اور وہ بھی ذیل کی

صورتوں میں سے کسی ایک صورت میں۔

(۱) یا تو وہ ان کے ساتھ وحی کے ذریعے سے کلام کرتا ہے اور وہ اس طرح کہ فرشتہ بھیجے بغیر اور بالمشافہ مخاطب

ہوئے بغیر اللہ تعالیٰ اپنے رسول کے قلب پر وحی کا القا کرتا ہے۔

(۲) ﴿اَوْ﴾ یا اس کے ساتھ بالمشافہ کلام کرتا ہے مگر ﴿مِّنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ﴾ پردے کے پیچھے سے جیسا

کہ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو شرف کلام حاصل ہوا۔

(۳) ﴿اَوْ﴾ یا اللہ تعالیٰ فرشتے کے توسط سے کلام کرتا ہے پس ﴿يُرْسِلَ رَسُوْلًا﴾ ”وہ کسی پیغام رساں کو بھیجتا

ہے۔“ مثلاً: حضرت جبریل علیہ السلام کو یا فرشتوں میں سے کسی دوسرے فرشتے کو ﴿فِيْوَحٰى بِاٰذْنِهٖ﴾ اور وہ

فرشتہ مجرد اپنی خواہش سے نہیں بلکہ اپنے رب کے حکم سے وحی القا کرتا ہے۔ ﴿اِنَّهٗ﴾ ”بے شک وہ۔“

اللہ تعالیٰ اپنے اوصاف میں بہت بلند اور افعال میں بہت عظیم ہے، وہ ہر چیز پر غالب ہے اور تمام مخلوق

اس کی مطیع ہے۔ ﴿حٰكِمٌ﴾ وہ تمام مخلوقات اور شرائع میں سے ہر چیز کو اس کے لائق مقام پر رکھنے میں

حکمت والا ہے۔

﴿وَكَذٰلِكَ﴾ ”اور اسی طرح۔“ جب ہم نے آپ سے پہلے انبیاء و مرسلین کی طرف وحی بھیجی تو ﴿اَوْحَيْنَا

اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا﴾ ”ہم نے اپنے حکم سے آپ کی طرف روح بھیجی۔“ اور وہ روح یہ قرآن کریم ہے۔ اللہ

تعالیٰ نے قرآن کو روح کے نام سے موسوم کیا کیونکہ روح سے جسم زندہ ہوتا ہے اور قرآن سے قلب و روح زندہ

ہوتے ہیں۔ قرآن سے دین و دنیا کے مصالح کو زندگی ملتی ہے کیونکہ اس میں خیر کثیر اور بے پایاں علم ہے۔ یہ

اللہ تعالیٰ کا اپنے رسول ﷺ اور اپنے اہل ایمان بندوں پر ان کی طرف سے کسی سبب کے بغیر محض احسان ہے۔ بنا بریں فرمایا: ﴿مَا كُنْتُ تَذَرِي﴾ ”آپ نہیں جانتے تھے۔“ یعنی آپ پر قرآن نازل ہونے سے پہلے ﴿مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ﴾ ”کتاب کو نہ ایمان کو۔“ یعنی آپ کے پاس کتب سابقہ کی خبروں کا علم تھا نہ شرائع الہیہ پر ایمان و عمل کا علم بلکہ آپ تو ان پڑھ تھے، لکھ سکتے تھے نہ پڑھ سکتے تھے، لہذا آپ کے پاس یہ کتاب آئی۔ ﴿جَعَلْنَاهُ نُورًا نَهْدِي بِهِ مَنْ نَشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا﴾ ”ہم نے اسے نور اور ہدایت بنایا ہے کہ ہم اس کے ذریعے سے اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں۔“ جس سے ہمارے بندے کفر و بدعت کی تاریکیوں اور ہلاک کر دینے والی خواہشات میں، روشنی حاصل کرتے ہیں، اس کتاب کے ذریعے سے حقائق کو پہچانتے ہیں اور اس کتاب سے راہ نمائی حاصل کر کے صراطِ مستقیم پر گامزن ہوتے ہیں۔

﴿وَأَنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ یعنی آپ ان کے سامنے صراطِ مستقیم واضح کرتے ہیں، صراطِ مستقیم کی ترغیب دیتے اور اس کے متضاد راستوں پر چلنے سے روکتے اور ان سے ڈراتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے صراطِ مستقیم کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿صِرَاطُ اللَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ﴾ یعنی یہ وہ راستہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے مقرر فرمایا اور انہیں آگاہ کیا کہ یہ راستہ اس کے پاس اور اس کے عزت و تکریم کے گھر تک پہنچاتا ہے۔ ﴿أَلَا إِلَى اللَّهِ تَصِيرُ الْأُمُورُ﴾ یعنی تمام اچھے برے معاملات اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹنے ہیں وہ ہر ایک کو اس کے عمل کی جزا دے گا۔ اگر اچھا عمل ہوگا تو اچھی جزا ہوگی اور اگر برا عمل ہوگا تو بری جزا ہوگی۔

تَفْسِيرُ سُورَةِ الرُّخْفُفِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
اللہ کے نام سے (شرع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

حَمْدٌ ۱ وَالْكِتَابُ الْمُبِينُ ۲ اِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۳
حَمْدٌ ۴ تم ہے کتاب واضح کی ۵ بے شک کیا ہم نے اس کو قرآن عربی زبان میں تاکہ تم سمجھو ۶
وَإِنَّهُ فِي أُمِّ الْكِتَابِ لَدَيْنَا لَعَلِّي حَكِيمٌ ۷ أَفَضْرِبُ عَنْكُمْ
اور بلاشبہ وہ اصل کتاب میں ہمارے پاس یقیناً بہت بلند (درجے والا) نہایت حکمت والا ہے ۸ کیا پس روک لیں گے ہم تم سے

الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِينَ ۹

ذکر (نصیحت) کو اعراض کرتے ہوئے اسلئے کہ ہو تم لوگ حد سے گزر جانے والے ۱۰

یہ قرآن عظیم کی قرآن عظیم پر قسم ہے، اللہ تعالیٰ نے کتاب مبین کی علی الاطلاق قسم کھائی اور متعلق کو ذکر نہیں فرمایا تاکہ یہ اس حقیقت پر دلالت کرے کہ یہ دین، دنیا اور آخرت کی ہر اس چیز کو بیان کر کے واضح کرتی ہے جس کی بندوں کو حاجت ہے۔ ﴿اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا﴾ ”بے شک ہم نے اس کو قرآن عربی بنایا ہے۔“ یہ وہ چیز ہے جس پر قسم کھائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے سب سے فصیح، سب سے واضح اور سب سے زیادہ زور بیان والی زبان میں نازل فرمایا اور یہ اس کا بیان ہے اور اس میں پنہاں حکمت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ شاید کہ تم اس کے الفاظ و معانی کو، ان کے آسان اور اذہان کے قریب ہونے کی بنا پر سمجھ سکو۔

﴿وَاِنَّهٗ﴾ یعنی یہ کتاب ﴿لَكِنِّيۡنَا﴾ ”(لوح محفوظ میں) ہمارے پاس ہے۔“ یعنی ملا اعلیٰ میں بلند ترین اور افضل ترین مرتبے میں ہے ﴿لَعَلَّ حٰكِمِيۡمٍ﴾ یعنی وہ بہت زیادہ قدر و شرف اور بلند مقام کی حامل ہے۔ یہ کتاب جن اوامر و نواہی اور اخبار پر مشتمل ہے، ان میں حکمت رکھی گئی ہے۔ اس میں کوئی حکم ایسا نہیں جو حکمت، عدل اور میزان کے خلاف ہو۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ اس کی حکمت اور اس کا فضل تقاضا کرتے ہیں کہ وہ اپنے بندوں کو مہمل اور آزاد نہ چھوڑے، ان کی طرف رسول بھیجے اور ان پر کتاب نازل کرے، خواہ وہ حد سے گزرنے والے ظالم ہی کیوں نہ ہوں، اس لیے فرمایا: ﴿اَفَنْصِرُبْ عَنْكُمُ الَّذِيۡ كَرِهَۤنَا صَفْحًا﴾ یعنی کیا ہم تم لوگوں سے تمہارے اعراض اور عدم اطاعت کی بنا پر منہ موڑ کر تمہاری طرف نصیحت نازل کرنا چھوڑ دیں؟ نہیں بلکہ ہم تم پر کتاب نازل کریں گے جس میں تمہارے لئے ہر چیز واضح کریں گے۔ اگر تم ایمان لائے اور راہ راست پر چلے تو یہ تمہیں عطا کی گئی توفیق ہے ورنہ تم پر جہنم قائم ہو جائے گی اور تمہارا معاملہ تمہارے سامنے واضح ہو جائے گا۔

وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَمَا يَاتِيهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهِ

اور کتنے ہی بھیجے ہم نے نبی پہلے لوگوں میں ۝ اور نہیں آتا ان کے پاس کوئی نبی مگر تھے وہ اس کے ساتھ

يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ ۴۰ فَاَهْلَكْنَاۤ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّ مِّثْلَ الْاَوَّلِيْنَ ۝ ۴۱

ٹٹھکا ہی کرتے ۝ ۴۰ پس ہلاک کر دیا ہم نے ان سے کہیں زیادہ زور آور لوگوں کو اور گزر چکی ہے مثال پہلے لوگوں کی ۝ ۴۱

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ مخلوق میں ہماری سنت یہ ہے کہ ہم انہیں مہمل اور بیکار نہیں چھوڑتے، پس کتنے ہی ﴿اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ﴾ ”نبی ہم نے پہلے لوگوں میں بھیجے۔“ جو انہیں اللہ واحد کی عبادت کا حکم دیتے تھے جس کا کوئی شریک نہیں۔ تمام قوموں میں تکذیب ہمیشہ سے موجود رہی ہے۔ ﴿وَمَا يَاتِيهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهِ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ ان کے پاس جو بھی نبی آیا وہ اس کی دعوت کا انکار اور حق کے مقابلے میں تکبر کا اظہار

کرتے ہوئے اس کا تمسخر اڑاتے تھے۔ ﴿فَاَهْلَكْنَا أَشَدَّ﴾ ”پس ہم نے انہیں ہلاک کیا جو سخت تھے۔“ ان لوگوں سے۔ ﴿بَطْشًا﴾ ”قوت میں۔“ یعنی زمین کے اندر قوت، افعال اور آثار کے لحاظ سے ﴿وَمَضَىٰ مِثْلَ الْأَوَّلِينَ﴾ یعنی ان لوگوں کی امثال و اخبار گزر چکی ہیں اور ان میں سے بہت سی مثالیں ہم تمہارے سامنے بیان کر چکے ہیں جن میں سامان عبرت اور تکذیب پر زجر و توبیخ ہے۔

وَلَٰئِن سَأَلْتَهُمْ مِّنْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَٱلْأَرْضِ لَيَقُولُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ ٩

اور البتہ اگر سوال کریں آپ ان سے کس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو تو یقیناً وہ ضرور کہیں گے کہ پیدا کیا انکو بڑے زبردست خوب جاننے والے نے

الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ ٱلْأَرْضَ مَهْدًا وَجَعَلَ لَكُمْ فِیْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ١٠

وہ جس نے بنایا تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور بنائے تمہارے لئے اس میں راستے تاکہ تم راہ پاؤ

وَالَّذِیْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَآءً بِقَدَرٍ ۖ فَأَنشَرْنَا بِهِ بَلْدَةً مَّیِّتًا ۚ كَذٰلِكَ تُخْرَجُونَ ١١

اور وہ جس نے نازل کیا آسمان سے پانی ایک اندازے سے پھر زندہ کر دیا ہم نے اس کے ذریعے سے مردہ شہر کو اسی طرح

تُخْرَجُونَ ١١ وَالَّذِیْ خَلَقَ ٱلْأَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُم مِّنَ ٱلْأَنْعَامِ مَا تَرْكَبُونَ ١٢

تم (دوبارہ) نکالے جاؤ گے اور وہ جس نے پیدا کئے جوڑے سب اور بنائیں تمہارے لئے کشتیاں اور چوپائے کہ

لَتَسْتَوُوا عَلَىٰ ظُهُورِهِ ثُمَّ تَذْكُرُوا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ إِذَا اسْتَوَيْتُمْ

سوار ہوتے ہو تم (ان پر) تاکہ تم کر بیٹھو تم ان کی پیٹھوں پر پھر یاد کرو تم نعمت اپنے رب کی جب برابر ہو کر بیٹھ جاؤ تم

عَلَيْهِ وَتَقُولُوا سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِیْنَ ١٣

ان پر اور کہو تم پاک ہے وہ (اللہ) جس نے تابع کر دیا ہمارے اس کو اور نہیں تھے ہم اس کو قابو میں کر لینے والے

وَإِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ ١٤

اور بے شک ہم طرف اپنے رب کی ضرور لوٹنے والے ہیں

اللہ تبارک و تعالیٰ مشرکین کے بارے میں فرماتا ہے: ﴿وَلَٰئِن سَأَلْتَهُمْ مِّنْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَٱلْأَرْضِ لَيَقُولُنَّ﴾ ”(اگر) آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ تو یقیناً وہ کہیں گے۔“ ان کو اللہ وحدہ لا شریک نے پیدا کیا جو غالب ہے جس کے غلبہ کے سامنے اولین و آخرین تمام مخلوقات اپنے ظاہر و باطن کے ساتھ سرنگوں ہیں۔ جب وہ اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں تو وہ اللہ کا بیٹا، اس کی بیوی اور اس کے شریک کیسے ٹھہراتے ہیں؟ اور ان ہستیوں کو اس کا شریک کیوں کر قرار دیتے ہیں جو پیدا کر سکتی ہیں نہ رزق عطا کر سکتی ہیں اور نذرندگی اور موت ان کے اختیار میں ہے؟

پھر اللہ تعالیٰ نے ان دلائل کا بھی ذکر کیا جو اس کی کامل نعمت و اقتدار پر دلالت کرتے ہیں، زمین کی اشیاء کو

دلیل بنایا جو اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کیں، اس زمین کو بندوں کے لئے ٹھکانا بنایا جہاں وہ ہر اس چیز پر متمکن ہیں جو وہ چاہتے ہیں۔ ﴿وَجَعَلْ لَّكُمْ فِيهَا سُبُلًا﴾ ”اور اس میں تمہارے لیے راستے بنا دیے۔“ یعنی ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے پہاڑی سلسلوں کے درمیان گزرگاہیں بنائیں جہاں سے گزر کر تم ان پہاڑوں کے پاس واقع ممالک کو جاتے ہو۔ ﴿لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ﴾ تاکہ تم ان راستوں پر سفر کے دوران راہ پاؤ اور گم نہ ہو جاؤ اور تاکہ تم اس سے عبرت اور نصیحت حاصل کرو۔

﴿وَالَّذِي نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ﴾ ”اور وہ ذات جس نے آسمان سے پانی اتارا اندازے کے ساتھ۔“ وہ اس پانی میں کمی بیشی نہیں کرتا، نیز پانی ضرورت کے مطابق ہوتا ہے، یہ پانی کم نہیں ہوتا کہ فائدہ مفقود ہو جائے اور نہ اتنا زیادہ ہوتا ہے جس سے انسانوں اور زمین کو نقصان پہنچے بلکہ اللہ تعالیٰ اس پانی کے ذریعے سے اپنے بندوں کی مدد کرتا ہے اور اس کے ذریعے سے زمین کو سختی سے بچاتا ہے، اس لئے فرمایا: ﴿فَأَنْشَرْنَا بِهِ بَلْدَةً مَّيْتًا﴾ یعنی ہم نے زمین کو اس کے بغیر ہو جانے کے بعد زندہ کیا۔ ﴿كَذَلِكَ نُخْرِجُكَ﴾ یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے پانی کے ذریعے سے بنجر اور مردہ زمین کو زندہ کیا اسی طرح جب تم اپنے برزخ کے مرحلے کو پورا کر لو گے، تو وہ تمہیں زندہ کرے گا اور تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔

﴿وَالَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا﴾ ”اور وہ ذات جس نے تمام چیزوں کے جوڑے پیدا کیے۔“ یعنی وہ تمام اصناف جو زمین سے آگتی ہیں، خود ان کی ذات میں سے اور ان تمام اشیاء میں سے جن کا انہیں علم نہیں، مثلاً: رات دن، گرمی سردی اور مذکر مؤنث وغیرہ میں سے۔ ﴿وَجَعَلْ لَّكُمْ مِنَ الْفُلْكِ﴾ ”اور تمہارے لیے کشتیاں بنائیں۔“ یعنی تمام بادبانی اور دخانی کشتیاں جن پر تم سوار ہوتے ہو ﴿وَالْأَنْعَامِ مَا تَرْكَبُونَ﴾ لَيْسَتْ أَوْ عَلٰی ظُهُورِهِ ﴿اور چوپائے بھی جن پر تم سوار ہوتے ہو تاکہ تم ان کی پیٹھ پر چڑھ بیٹھو۔“ اور یہ آیت کشتیوں کی پشت اور مویشیوں کی پیٹھ کو شامل ہے، یعنی تاکہ تم ان سوار یوں کی پیٹھ پر استقرار پکڑو۔ ﴿ثُمَّ تَذَكَّرُوا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ إِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ﴾ پھر جب تم ان پر ٹھیک طرح سے بیٹھ جاؤ اس نعمت کا اعتراف کرتے ہوئے اس ہستی کا ذکر کرو جس نے ان کو تمہارے لئے مسخر کیا ہے۔ بنا بریں فرمایا: ﴿وَتَقُولُوا سُبْحٰنَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ﴾ اور کہو: اگر اللہ تعالیٰ نے ان کشتیوں اور مویشیوں کو ہمارے لئے مسخر نہ کیا ہوتا تو ہم ان کو مسخر کرنے کی طاقت اور قدرت نہیں رکھتے تھے یہ محض اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم ہے کہ اس نے ان سوار یوں کو ہمارے لئے مسخر کیا اور ان کے اسباب مہیا کئے۔ اس سے یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ وہ رب جو مذکورہ اوصاف سے متصف ہے جس نے بندوں پر ان نعمتوں کا فیضان کیا ہے وہی اس چیز کا مستحق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے، اس کی نماز پڑھی جائے اور اس کے حضور سجدہ ریز ہوا جائے۔

وَجَعَلُوا لَهُ مِنْ عِبَادِهِ جُزْءًا ۖ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَكَفُورٌ مُّبِينٌ ۝۱۵ ۚ أَمَّا اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بِنْتٍ وَأَصْفَحَكُمْ بِالْبَنِينَ ۝۱۶ وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمَنِ مَثَلًا وَهُوَ كَرِهٌ لِّبَنِيَّائِهِ أَوْ نَوْزَأْتُمْ كُوسًا تَهْمِيئُونَ ۝۱۷ قَالَ تِلْكَ أَلْفُ شُرُكٍ ۖ فَاسْتَغِثْ بِالْبَنِينَ ۝۱۸ وَجَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ الَّذِينَ هُمْ عِبْدُ الرَّحْمَنِ إِنِثَاءً ۖ أَشْهَدُوا ۝۱۹ وَخَلَقَهُمْ ط ۖ سَتَكْتُبُ شَهَادَتَهُمْ وَيُسْأَلُونَ ۝۲۰ وَقَالُوا لَوْ شَاءَ الرَّحْمَنُ مَا عَبَدْنَاهُمْ ۖ مَا لَهُمْ بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ۝۲۱ أَمَّا اتَّيْنَاهُمْ كِتَابًا ۖ فَمَنْ قَبِلَهُ فَهُمْ بِهِ مُسْتَسْكُونَ ۝۲۲ بَلْ قَالُوا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَرِهِمْ مُّقْتَدُونَ ۝۲۳ وَكَذَلِكَ مَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِي قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَرِهِمْ مُّقْتَدُونَ ۝۲۴ مگر کہا انکے خوش حال لوگوں نے بلاشبہ پایا ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقے پر اور ہم تو انکے نشانہ قدم ہی کی اقتداء کر نیوالے ہیں ۝۲۵ قُلْ أَوْ لَوْ جِئْتُمْ بِآهْدَىٰ مِمَّا وَجَدْتُمْ عَلَيْهِ آبَاءَكُمْ ۖ قَالُوا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ كَافِرُونَ ۝۲۶ فَاتَّقِنَا مِنْهُمْ فَأَنْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكْذِبِينَ ۝۲۷

ساتھ اس کے انکار کرنے والے ہیں ۝۲۸ تو بدلہ لیا ہم نے ان سے پس دیکھئے! کیا ہوا انجام جھٹلانے والوں کا؟ ۝۲۹

اللہ تبارک و تعالیٰ مشرکین کے قول کی قباحیت بیان کرتا ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دے رکھا ہے، حالانکہ وہ اکیلا اور بے نیاز ہے جس کی کوئی بیوی ہے نہ بیٹا اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے اور یہ متعدد وجوہ سے باطل ہے:

(۱) اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق اس کے بندے ہیں اور بندگی اولاد ہونے کے منافی ہے۔

(۲) بیٹا اپنے والد کا جز ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات سے علیحدہ ہے وہ اپنی صفات کمال اور نعوت جلال میں تمام مخلوق سے الگ ہے جبکہ بیٹا والد کا جز ہوتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہونا محال ہے۔

(۳) کفار سمجھتے ہیں کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں، حالانکہ یہ حقیقت اچھی طرح معلوم ہے کہ بیٹیاں کمزور ترین صنف ہے اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تو بیٹیاں ہوں اور ان کو وہ بیٹے عطا کرے اور ان کے ذریعے سے ان کو فضیلت عطا کرے۔ اس صورت میں تو مخلوق کا اللہ تعالیٰ سے افضل ہونا لازم آتا ہے اور اللہ اس سے بالا و بلند تر ہے۔

(۴) وہ صنف جس کو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا ہے، یعنی بیٹیاں تو یہ کمزور ترین اور خود ان کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ صنف ہے حتیٰ کہ ان کی کراہت کا یہ حال ہے۔ ﴿اِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمَنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا﴾ ”ان میں سے جب کسی کو بیٹی کی ولادت کی، جسے وہ رحمان کی طرف منسوب کرتا ہے، خوشخبری سنائی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے۔“ یعنی سخت ناپسندیدگی اور ناراضی کے باعث اس کے چہرے پر سیاہی چھا جاتی ہے۔ ایسی چیز کو اللہ تعالیٰ کے لئے کیوں کر مقرر کرتے ہیں جسے وہ خود ناپسند کرتے ہیں؟

(۵) عورت اپنے وصف، اپنی منطق اور اپنے بیان کے اعتبار سے ناقص ہے بتابریں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَوْ مَنْ يَنْشَأُ فِي الْحُلِيِّۖۃِ﴾ ”کیا وہ جو زیور میں پرورش پائے۔“ یعنی اپنے حسن و جمال میں کمی کی وجہ سے آراکش کرتی ہے اور ایک امر خارج سے خوبصورتی پیدا کرنے کی کوشش کرتی ہے ﴿وَهُوَ فِي الْخِصَامِ﴾ اور بحث اور جھگڑے کے وقت جو اس چیز کا موجب ہوتا ہے کہ وہ اپنی بات کو واضح کر سکے۔ ﴿غَيْرُ مُبِينٍ﴾ تو وہ اپنی بات کو واضح اور اپنے مافی الضمیر کو کھول کر بیان نہیں کر سکتی تو یہ مشرکین اسے اللہ تعالیٰ کی طرف کیونکر منسوب کرتے ہیں؟

(۶) انہوں نے فرشتوں کو جو رحمن کے بندے ہیں، عورتیں قرار دے دیا۔ پس اس طرح انہوں نے اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں کے بارے میں جسارت کی، انہوں نے ان کو بندگی اور اطاعت کے مرتبے سے اٹھا کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی بعض صفات میں مشارکت کے مرتبے پر فائز کر دیا۔ پھر ان کو مذکر کے مرتبے سے نیچے مونث کے مرتبے پر لے آئے، پس پاک ہے وہ ذات ہے جس نے ان لوگوں کے تناقض کو ظاہر کر دیا جنہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا اور اس کے رسولوں کے ساتھ عناد رکھا۔

(۷) اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کے ذریعے سے ان کے دعوے کا رد کیا کہ وہ اس وقت موجود نہیں تھے جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو تخلیق فرمایا، پس وہ کسی ایسے معاملے میں کیسے بات کرتے ہیں جس کے بارے میں

سب کو معلوم ہے کہ اس ضمن میں ان کے پاس کوئی علم نہیں۔ ان سے اس شہادت کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا، اس شہادت کو ان پر لازم کر دیا جائے گا اور اس پر ان کو سزا دی جائے گی۔

﴿وَقَالُوا لَوْ شَاءَ الرَّحْمَنُ مَا عَبَدْنَاهُمْ﴾ ”اور کہتے ہیں اگر رحمان چاہتا تو ہم ان کی عبادت نہ کرتے۔“ فرشتوں کی عبادت کرنے کے لئے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی مشیت کو دلیل بنایا۔ مشرکین ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کی مشیت کو دلیل بناتے چلے آئے ہیں۔ یہ عقلی اور شرعی طور پر فی نفسہ باطل دلیل ہے۔ کوئی عقل مند شخص تقدیر کی دلیل کو قبول نہیں کر سکتا۔ اگر وہ کسی حالت میں اس راہ پر گامزن ہوتا ہے تو اس پر ثابت قدم نہیں رہ سکتا۔ رہا شرعی طور پر مشیت الہی کو دلیل بنانا تو اللہ تعالیٰ نے مشیت کی دلیل کو باطل ٹھہرا دیا ہے۔ مشرکین اور رسولوں کی تکذیب کرنے والوں کے سوا کسی نے مشیت الہی کو دلیل نہیں بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حجت قائم کر دی ہے۔ اب بندوں کے لئے کوئی حجت باقی نہیں رہی۔

بنابریں فرمایا: ﴿مَا لَهُمْ بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ﴾ ”ان کو اس کا کچھ علم نہیں وہ محض انکل بچو سے کام لیتے ہیں۔“ جس کی کوئی دلیل نہیں ہے اور وہ شب کو انوٹنی کی مانند ٹیڑھی چال چلتے ہیں۔ ﴿أَمْ آتَيْنَاهُمُ كِتَابًا مِنْ قَبْلِهِ فَهُمْ بِهِ مُسْتَسْكُونَ﴾ ”کیا ہم نے ان کو اس سے پہلے کوئی کتاب دی ہے کہ یہ اس سے سند پکڑتے ہیں؟“ یعنی جو ان کے افعال کی صحت اور اقوال کی صداقت کے بارے میں خبر دیتی ہو مگر معاملہ ایسا نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور آپ کے سوا اور کوئی ڈرانے والا ان کے پاس نہیں آیا۔ جب عقل و نقل سے دونوں امور کی نفی ثابت ہوگئی، تب وہاں باطل کے سوا کچھ باقی نہ رہا۔

ہاں، ایک شبہ باقی ہے جو کمزور ترین شبہ ہے اور وہ ہے اپنے گمراہ آباء و اجداد کی تقلید جس کی وجہ سے یہ کافر اللہ کے رسولوں کی دعوت کو ٹھکراتے رہے ہیں۔ اس لئے فرمایا: ﴿بَلْ قَالُوا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ﴾ ”بلکہ کہنے لگے کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک راستے پر پایا ہے۔“ یعنی ایک دین اور ملت پر ﴿وَإِنَّا عَلَىٰ آثِرِهِمْ مُقْتَدُونَ﴾ ”اور ہم انہی کے قدم بقدم چل رہے ہیں۔“ اس لئے ہم اس چیز کی پیروی نہیں کریں گے جو محمد (ﷺ) لے کر آئے ہیں۔ ﴿وَكَذَلِكَ مَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِي قَرْيَةٍ مِنْ نَذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا﴾ ”اور اسی طرح ہم نے تم سے پہلے کسی بستی میں کوئی ہدایت دینے والا نہیں بھیجا مگر وہاں کے خوشحال لوگوں نے کہا،“ یعنی بستی کے وہ لوگ جو نعمتوں سے نوازے گئے تھے اور وہ اشراف جن کو دنیا نے سرکش اور مال و دولت نے مغرور بنا دیا تھا اور وہ حق کے مقابلے میں تکبر کا رویہ رکھے ہوئے تھے: ﴿إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثِرِهِمْ مُقْتَدُونَ﴾ ”ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی ایک طریقے پر پایا ہے اور ہم انہی کے نقش قدم کی اقتدا کر رہے ہیں۔“ پس ان لوگوں کا یہ رویہ کوئی نئی چیز ہے نہ یہ پہلے لوگ ہی ہیں جنہوں نے یہ بات کہی ہو۔ ان گمراہ مشرکین کا

اپنے آباء و اجداد کی تقلید کو دلیل بنانے کا مقصد حق اور ہدایت کی اتباع نہیں بلکہ یہ تو محض تعصب ہے جس کا مقصد اپنے باطل موقف کی تائید و نصرت ہے۔ بنا بریں ہر رسول نے، ایسے لوگوں سے جنہوں نے اس باطل شبہ کی بنا پر اس کی مخالفت کی، کہا ہے: ﴿أَوْ لَوْ جِئْتُمْ بِآهْدَىٰ مِمَّا وَجَدْتُمْ عَلَيْهِ آبَاءَكُمْ﴾ ”اگرچہ میں تمہارے پاس ایسا دین لاؤں کہ جس راستے پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے وہ اس سے کہیں سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔“ یعنی کیا تم ہدایت کی خاطر میری پیروی کرو گے؟ ﴿قَالُوا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ كَافِرُونَ﴾ ”انہوں نے کہا: جو (دین) تم دے کر بھیجے گئے ہو ہم تو اس کا انکار کرتے ہیں۔“ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ارادہ حق اور ہدایت کی اتباع نہ تھا۔ ان کا مقصد تو صرف باطل اور خواہشات نفس کی پیروی تھا۔ ﴿فَانْتَقَبْنَا مِنْهُمْ﴾ پس اس باطل شبہ کی بنیاد پر ان کے حق کی تکذیب کرنے اور اس کو ٹھکرانے کا ہم نے ان سے انتقام لیا۔ ﴿فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكْذِبِينَ﴾ ”تو دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا؟“ پس ان لوگوں کو اپنی تکذیب پر جے رہنے سے بچنا چاہیے، کہیں ایسا نہ ہو کہ ان پر بھی وہی عذاب نازل ہو جائے جو ان پر نازل ہوا تھا۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ إِنَّنِي بَرَاءٌ مِّمَّا تَعْبُدُونَ ﴿٢٦﴾ إِلَّا الَّذِي

اور جب کہا ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے بلاشبہ میں بیزار ہوں ان (بتوں) سے جنکی تم عبادت کرتے ہو ○ سوائے اس (اللہ) کے جس نے فطرنی فَإِنَّهُ سَيَهْدِينِ ﴿٢٧﴾ وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ لَعَلَّهُمْ

پیدا کیا مجھے پس بیشک وہ عنقریب رہنمائی کریگا میری ○ اور کر دیا اس (کلمہ توحید) کو ایک کلمہ باقی رہنے والا اپنی اولاد میں تاکہ وہ يَرْجِعُونَ ﴿٢٨﴾ بَلْ مَتَّعْتُ هَؤُلَاءِ وَآبَاءَهُمْ حَتَّىٰ جَاءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُولٌ

رجوع کریں ○ بلکہ فائدہ پہنچایا میں نے ان کو اور ان کے باپ دادوں کو یہاں تک کہ آیا ان کے پاس حق اور رسول مُبِينٌ ﴿٢٩﴾ وَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوا هَذَا سِحْرٌ وَإِنَّا بِهِ كَافِرُونَ ﴿٣٠﴾ وَقَالُوا

کھول کر بیان کر نیوالا ○ اور جب آیا ان کے پاس حق تو کہا انہوں نے یہ تو: جادو ہے اور بلاشبہ ہم اسکے ساتھ کفر کر نیوالے ہیں ○ اور انہوں نے کہا: لَوْلَا نَزَلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنَ الْقَرِيتَيْنِ عَظِيمٍ ﴿٣١﴾ أَهْمُ يَقْسِبُونَ رَحْمَتَ

کیوں نہیں نازل کیا گیا یہ قرآن کسی آدمی پر ان دونوں شہروں میں سے جو بڑا ہو ○ کیا وہ تقسیم کرتے ہیں رحمت رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ

آپ کے رب کی؟ ہم نے ہی تقسیم کی ہے ان کے درمیان ان کی روزی زندگی دنیا میں اور بلند کیا ہم نے ان کے بعض کو فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُلْطَانًا وَرَحْمَتُ

اوپر بعض کے درجوں میں تاکہ بنائے ان کا بعض، بعض کو خدمت گار اور رحمت

رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ﴿٣٢﴾

آپ کے رب کی بہت بہتر ہے اس سے جو وہ جمع کرتے ہیں ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے جن سے یہ مشرکین اور اہل کتاب اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں، ان میں سے ہر ایک اس زعم باطل میں مبتلا ہے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقے پر چل رہا ہے، پس اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کے بارے میں جو ان کی ذریت کو وراثت میں ملا ہے خبر دی ہے، لہذا فرمایا: ﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبْنَيْهِ وَقَوْمِهِ﴾ ”اور جب ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا۔“ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کچھ دوسرے معبود بنا لئے تھے، وہ ان کی عبادت کرتے تھے اور ان کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ ﴿إِنِّي بَرَاءٌ مِّمَّا تَعْبُدُونَ﴾ ”جن چیزوں کی تم عبادت کرتے ہو، بلاشبہ میں ان سے بیزار ہوں۔“ یعنی میں اس خود ساختہ معبود سے جس کی تم عبادت کرتے ہو، سخت نفرت کرتا ہوں اور اس کی عبادت کرنے والوں سے عداوت رکھتا ہوں اور ان سے دور رہتا ہوں۔

﴿إِلَّا الَّذِي فَطَرَنِي﴾ ”ہاں جس نے مجھے پیدا کیا۔“ پس میں اسی کو اپنا سر پرست بناتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ وہ حق کے علم و عمل کے راستے میں میری راہ نمائی فرمائے گا اور جس طرح اس نے مجھے پیدا کیا اور ان امور کے ذریعے سے میری تدبیر کی جو میرے بدن اور میری دنیا کے لئے درست ہیں اسی طرح ﴿سَيَهْدِينِ﴾ ”وہ ان امور میں بھی میری راہ نمائی فرمائے گا جو میرے دین اور میری آخرت کے لئے درست ہیں۔“ ﴿وَجَعَلَهَا﴾ ”اور اس کو کیا۔“ یعنی اس خصلت حمیدہ کو جو تمام خصائل کی اساس ہے اور وہ ہے، صرف اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی عبادت کو خالص کرنا اور غیر اللہ کی عبادت سے براءت اور بیزاری کا اظہار کرنا ﴿كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ﴾ ”باقی رہنے والی بات اس کے پیچھے آنے والوں میں۔“ یعنی آپ کی ذریت میں ﴿لَعَلَّهُمْ﴾ ”تاکہ وہ اس کی طرف ﴿يَرْجِعُونَ﴾ ”رجوع کریں۔“ کیونکہ اس کلمے کا آپ کی طرف منسوب ہونا شہرت رکھتا ہے، نیز اس بنا پر کہ آپ نے اپنی اولاد کو اس کلمہ اخلاص کی وصیت کی اور آپ کی اولاد میں سے بعض جیسے اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام نے بعض دوسرے نسبی بیٹوں کو اسی کلمہ اخلاص کی وصیت کی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَنْ يَرْغَبْ عَنْ مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ إِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ وَلَقَدْ اصْطَفَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ﴾ ”اِذَا قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمَ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ“ وَوَضَىٰ بِهَا إِبْرَاهِيمُ بَنِيهِ وَيَعْقُوبُ يُبْنِي إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ لَكُمُ الدِّينَ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ“ أَمْ لَنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِي قَالُوا نَعْبُدُ إِلَهَكَ وَاللَّهُ أَبَاكَ إِبْرَاهِيمَ وَاسْمُ الْعِلَادِ وَالْهَاءُ وَاحِدًا وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ“ (البقرة: ۱۳۰/۱۳۳) اور ملت ابراہیم سے کون روگردانی کر سکتا ہے۔ سوائے اس کے جس نے اپنے آپ کو بے وقوفی میں مبتلا کر رکھا ہو۔ بے شک ہم نے ابراہیم کو دنیا میں چن لیا اور آخرت میں بھی وہ صالح لوگوں سے ہوں گے۔ جب اس کے رب نے اس سے فرمایا: فرمانبردار بن جاؤ تو اس نے (فورا) کہا: میں جہانوں کے رب کا فرمانبردار ہوں۔ ابراہیم اور یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو

اسی کی وصیت کی کہ اے میرے بیٹو! اللہ نے تمہارے لیے یہی دین پسند کیا ہے لہذا تم مرتے دم تک مسلمان ہی رہنا۔ کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوب علیہ السلام پر موت کا وقت آیا؟ تو (اس وقت) انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا: میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ انہوں نے جواب دیا: ہم اسی ایک اللہ کی بندگی کریں گے جو آپ کا اور آپ کے آباء واجداد ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق علیہم السلام کا اللہ ہے اور ہم اسی کے فرمانبردار رہیں گے۔ یہ کلمہ اخلاص حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں ہمیشہ موجود رہا ہے یہاں تک کہ خوشحالی اور سرکشی ان پر غالب آ گئی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿بَلْ مَتَّعْتُ هَؤُلَاءِ وَاَبَاءَهُمْ﴾ میں نے ان کو اور ان کے آباء واجداد کو مختلف انواع کی شہوات سے متمتع ہونے دیا یہاں تک کہ یہی شہوات ان کا مطمح نظر اور ان کا مقصد بن گئیں، ان کے دلوں میں ان شہوات کی محبت پھلتی پھولتی رہی حتیٰ کہ ان کی صفات اور بنیادی عقائد بن گئیں۔ ﴿حَتّٰی جَاءَهُمُ الْحَقُّ﴾ ”حتیٰ کہ ان کے پاس حق پہنچ گیا۔“ جس میں کوئی شک ہے نہ شبہ ﴿وَرَسُوْلٌ مُّبِیْنٌ﴾ ”اور صاف صاف سنانے والا رسول۔“ یعنی آپ کی رسالت واضح تھی آپ کے اخلاق و معجزات سے آپ کی رسالت پر واضح اور نمایاں دلائل قائم ہوئے جو آپ لے کر مبعوث ہوئے اور انبیاء و مرسلین نے آپ کی تصدیق کی اور خود آپ کی دعوت سے بھی آپ کی رسالت پر دلائل قائم ہوتے ہیں۔

﴿وَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ﴾ ”اور جب ان کے پاس حق پہنچ گیا۔“ جو اس شخص پر جس میں ادنیٰ سادین اور عقل ہے واجب ٹھہراتا ہے کہ وہ اس کو قبول کرے اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کرے۔ ﴿قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِہٖ کٰفِرُوْنَ﴾ ”انہوں نے کہا یہ جادو ہے اور ہم اس کو نہیں مانتے۔“ اور یہ سب سے بڑا عناد اور سب سے بڑی مخالفت ہے۔ پھر انہوں نے مجرد انکار اور روگردانی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ انہوں نے حق کو جھٹلایا۔ پس وہ اس وقت تک راضی نہ ہوئے جب تک کہ انہوں نے اس میں جرح و قدح نہ کی اور اسے جادو قرار نہ دے دیا جسے بدترین لوگ اور سب سے بڑے افتر اپر داز ہی پیش کرتے ہیں اور جس چیز نے ان کو اس رویے پر ابھارا وہ ہے ان کی سرکشی اور اللہ تعالیٰ کا ان کو اور ان کے آباء کو سامان زیست سے نوازنا۔

﴿وَقَالُوْا﴾ یعنی انہوں نے اپنی عقل فاسد کے مطابق اللہ تعالیٰ پر اعتراض کرتے ہوئے کہا: ﴿کُوْلَا نَزَّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْفَرِیْقَتَیْنِ الْعَظِیْمَیْنِ﴾ ”یہ قرآن ان دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر نازل کیوں نہ کیا گیا؟“ جو مکہ اور طائف کے لوگوں کے ہاں معظم اور معزز ہوتا اور وہ شخص ہوتا جو ان کے ہاں سردار شمار ہوتا ہے، مثلاً: ولید بن مغیرہ وغیرہ۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿اَهُمْ یَقْسُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّکَ﴾ یعنی کیا وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خزانچی ہیں اور ان کے ہاتھ میں اس کی رحمت کی تدبیر ہے کہ جس کو چاہیں نبوت اور رسالت عطا کر دیں اور جس کو چاہیں اس سے محروم کر دیں؟ ﴿نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَهُمْ مَّعِیْشَتَهُمْ فِی

اَلْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ ﴿۱﴾ ”ہم نے ان میں ان کی معیشت کو دنیا کی زندگی میں تقسیم کیا، اور ایک کے دوسرے پر درجے بلند کیے۔“ یعنی اس دنیاوی زندگی میں ﴿و﴾ ”اور“ حال یہ ہے کہ ﴿رَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ﴾ ”آپ کے رب کی رحمت اس (دنیا) سے بہتر ہے جو یہ اکٹھی کر رہے ہیں۔“

جب بندوں کی معیشت اور ان کا دنیاوی رزق اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، وہی اسے اپنے بندوں کے درمیان تقسیم کرتا ہے، اپنی حکمت کے تقاضے کے مطابق جس کو چاہتا ہے اس کے رزق کو کشادہ کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اس کے رزق کو تنگ کر دیتا ہے تو اس کی رحمت دینی جس میں سب سے اعلیٰ و افضل چیز نبوت اور رسالت ہے، اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہو۔ پس اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت سے کسے سرفراز فرمائے۔

پس معلوم ہوا کہ کفار کا اعتراض لغو اور ساقط ہے۔ تمام دینی اور دنیاوی معاملات کی تدبیر اکیلے اللہ تعالیٰ ہی کے دست قدرت میں ہے۔ یہ ان کے اعتراض کی غلطی پر توجہ دلانا ہے جو ان کے اختیار میں نہیں، یہ تو محض ان کا ظلم اور حق کو ٹھکرانا ہے۔ رہا ان کا یہ کہنا: ﴿لَوْلَا نُزِّلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنَ الْفَرِثِيِّنَ عَظِيمٍ﴾ اگر وہ لوگوں کے حقائق اور انسانی صفات کی معرفت رکھتے جن کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے ہاں انسان کی بلند قدر و منزلت اور عظمت کا اندازہ کیا جاتا ہے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ حضرت محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ﷺ لوگوں میں عظیم ترین قدر و منزلت کے حامل، فخر میں سب سے اعلیٰ، عقل میں سب سے کامل، علم میں سب سے بڑھ کر، رائے اور عزم و حزم میں جلیل ترین، اخلاق میں بہترین، آپ کی رحمت کا دامن وسیع ترین، سب سے زیادہ شفقت رکھنے والے، سب سے زیادہ ہدایت یافتہ اور سب سے زیادہ متقی ہیں۔ آپ دائرہ کمال کے مرکز اور انسانی اوصاف کی انتہائی بلندیوں پر فائز ہیں، آگاہ رہو! کہ علی الاطلاق آپ ہی مرد کائنات ہیں۔

اس بات کو آپ کے دوست اور دشمن سب جانتے ہیں، پس یہ مشرکین آپ پر کسی شخص کو کیوں کرفضیلت دے رہے ہیں جس میں ذرہ بھر یہ کمالات نہیں؟ اور اس کے جرم و حماقت کی انتہا یہ ہے کہ اس نے صنم، پتھر اور درخت کو اپنا معبود بنا لیا ہے، اس کی عبادت کرتا ہے، مصائب و حاجات میں اس کو پکارتا اور اس کا قرب حاصل کرتا ہے جو اس کو کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع، وہ کچھ عطا کر سکتا ہے نہ کسی چیز سے محروم کر سکتا ہے وہ سراسر اپنے مالک (عابد) پر بوجھ ہے اور کسی ایسے شخص کا محتاج ہے جو اس کے مصالح کی دیکھ بھال کرے۔ کیا یہ بیوقوفوں اور پاگلوں کا فعل نہیں؟ ایسے شخص کو کیوں کرفضیلت قرار دیا جاسکتا ہے؟ یا خاتم المرسلین اور بنی آدم کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر کیوں کرفضیلت دی جاتی ہے؟ لیکن وہ لوگ جنہوں نے کفر کا رویہ اختیار کیا ہوا ہے سمجھتے ہی نہیں۔

اس آیت کریمہ میں بندوں کی ایک دوسرے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ فضیلت میں پنہاں اس کی

حکمت کی طرف اشارہ ہے ﴿لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سَخِرِيًّا﴾ ”تاکہ ایک دوسرے سے خدمت لے۔“ یعنی تاکہ وہ کاموں اور صنعت و حرفت میں ایک دوسرے سے خدمت لیں، اگر مال کے لحاظ سے تمام لوگ برابر ہوتے تو وہ ایک دوسرے کے محتاج نہ رہتے اور اس طرح ان کے بہت سے مصالح اور منافع معطل ہو کر رہ جاتے۔ اس آیت کریمہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ دینی نعمت دنیاوی نعمت سے بہتر ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری آیت میں فرمایا: ﴿قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ﴾ (یونس: ۵۸/۱۰) ”کہہ دیجئے کہ یہ اللہ کا فضل و کرم اور اس کی رحمت ہے، اسی پر ان کو خوش ہونا چاہیے یہ ان چیزوں سے بہتر ہے جن کو یہ جمع کرتے ہیں۔“

وَلَوْ لَا أَنْ يَكُونَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَكْفُرُ بِالرَّحْمَنِ لِبُيُوتِهِمْ
اور اگر نہ ہوتی یہ بات کہ جو جائینگے لوگ ایک ہی گروہ (متفق کفر پر) تو بنا دیتے ہم ان لوگوں کیلئے جو کفر کرتے ہیں ساتھ جن کے (یعنی ان کے گھروں کیلئے)
سُقْفًا مِّنْ فَضَّةٍ وَمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُونَ ﴿٣٦﴾ وَلِبُيُوتِهِمْ أَبْوَابًا وَسُرَرًا عَلَيْهَا
چھتیس چاندی سے اور سیڑھیاں (بھی) جن پر وہ اوپر چڑھتے ○ اور ان کے گھروں کے لئے دروازے اور تخت بھی جن پر
يَتَكَبَّرُونَ ﴿٣٧﴾ وَزُخْرُفًا وَإِنْ كُلُّ ذَلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ط
وہ تکبیر لگا کر بیٹھتے ○ اور سونے کے بھی اور انہیں ہے سب کچھ یہ مگر سامان زندگی دنیوی
وَالْآخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِينَ ﴿٣٨﴾

اور آخرت تو آپ کے رب کے نزدیک پرہیزگاروں ہی کے لیے ہے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ اس کے نزدیک دنیا کی کوئی حیثیت نہیں، اگر اپنے بندوں پر اس کا لطف و کرم اور اس کی رحمت نہ ہوتی جس کے سامنے ہر چیز بیچ ہے تو ان لوگوں پر جنہوں نے کفر کیا، دنیا کو بہت زیادہ کشادہ کر دیتا اور بنا دیتا ﴿لِبُيُوتِهِمْ سُقْفًا مِّنْ فَضَّةٍ وَمَعَارِجَ﴾ ان کے گھروں کی چھتیس چاندی کی اور سیڑھیاں بھی چاندی کی ﴿عَلَيْهَا يَظْهَرُونَ﴾ جس کے ذریعے سے وہ اپنی چھتوں پر چڑھتے ہیں۔ ﴿وَلِبُيُوتِهِمْ أَبْوَابًا وَسُرَرًا عَلَيْهَا يَتَكَبَّرُونَ﴾ اور ان کے گھروں کے دروازے اور تخت، جن پر وہ تکبیر لگا کر بیٹھتے ہیں، سب چاندی کے ہوتے اور اللہ تعالیٰ ان کے لیے بنا دیتا ﴿زُخْرُفًا﴾ ”سونہ“، یعنی مختلف انواع کی خوبصورتی کے ذریعے سے ان کی دنیا کو آراستہ کر دیتا اور انہیں وہ سب کچھ عطا کر دیتا جو وہ چاہتے۔ مگر بندوں پر اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت نے ایسا کرنے سے روک دیا کہ کہیں وہ دنیا کی محبت کے باعث کفر اور کثرت معاصی میں ایک دوسرے پر سبقت نہ کرنے لگیں۔

اس آیت کریمہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے مصالح کی خاطر، ان کو عام طور پر یا خاص

طور پر، بعض دنیاوی امور سے محروم رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا چھڑ کے ایک پر کے برابر بھی وزن نہیں رکھتی۔ مذکورہ بالا تمام چیزیں دنیاوی زندگی کی متاع ہیں جو تکدر کی حامل اور فانی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آخرت ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ کے اوامر کی تعمیل اور اس کے نواہی سے اجتناب کے ذریعے سے تقویٰ اختیار کرتے ہیں کیونکہ آخرت کی نعمتیں ہر لحاظ سے کامل ہیں۔ جنت میں ہر وہ چیز مہیا ہوگی جسے نفس چاہتے ہیں، آنکھیں لذت حاصل کرتی ہیں اور وہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ دونوں گھروں کے درمیان کتنا بڑا فرق ہے!

وَمَنْ يَعِشْ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ نُقِصْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ ۖ وَإِنَّهُمْ

اور جو اندھا ہو جائے (تفائل کر لے) جن کے ذکر سے تو مقرر کر دیتے ہیں ہم اس کیلئے ایک شیطان کو پس وہ اس کا ہم نشین ہو جاتا ہے اور بلاشبہ وہ

لَيَصْدُوهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ مُّهْتَدُونَ ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَنَا

البتہ روکتے ہیں انکو سیدھے راستے سے اور وہ گمان کرتے ہیں کہ بیشک وہ ہدایت پر چلنے والے ہیں یہاں تک کہ جب آئیگا وہ ہمارے پاس

قَالَ يَلَيْتَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ بَعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِينُ ۖ وَلَكِنْ يَنْفَعُكُمْ

تو کہے گا: اے کاش! ہوتی میرے اور تیرے درمیان دوری مشرق اور مغرب کی پس بہت برا ہے ہم نشین اور ہرگز نہ نفع دے گی تمہیں

الْيَوْمَ إِذ ظَلَمْتُمْ أَنْكُمُ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُونَ ۖ

آج جب کہ ظلم کیا تم نے، یہ بات کہ تم (سب) عذاب میں شریک ہو

جو کوئی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے روگردانی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے سخت سزا کی خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿وَمَنْ يَعِشْ﴾ یعنی جو منہ موڑتا ہے ﴿عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ﴾ ”رحمان کے ذکر سے۔“ جو قرآن عظیم ہے جو سب سے بڑی رحمت ہے جس کے ذریعے سے اللہ رحمان نے اپنے بندوں پر رحم کیا ہے۔ جو کوئی اس کو قبول کرے وہ بہترین عطیے کو قبول کرتا ہے اور وہ سب سے بڑے مطلوب و مقصود کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے اور جو کوئی اس رحمت سے روگردانی کرتے ہوئے اسے ٹھکرا دے، وہ خائب و خاسر ہوتا ہے، اس کے بعد وہ ہمیشہ کے لئے سعادت سے محروم ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر ایک سرکش شیطان مسلط کر دیتا ہے جو اس کے ساتھ رہتا ہے، وہ اس کے ساتھ جھوٹے وعدے کرتا ہے، اسے امیدیں دلاتا ہے اور اسے گناہوں پر ابھارتا ہے۔

﴿وَإِنَّهُمْ لَيَصْدُوهُمْ عَنِ السَّبِيلِ﴾ یعنی وہ انہیں صراط مستقیم اور دین قويم سے روکتے ہیں ﴿وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ مُّهْتَدُونَ﴾ شیطان کے باطل کو مزین کرنے، اسے خوبصورت بنا کر پیش کرنے اور اپنے اعراض کے باعث وہ اپنے آپ کو ہدایت یافتہ سمجھتے ہیں۔ پس دونوں برائیاں اکٹھی ہو گئیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ آیا اس شخص کے لئے کوئی عذر ہے جو اپنے آپ کو ہدایت یافتہ سمجھتا ہے، حالانکہ وہ ہدایت یافتہ نہیں ہے؟ تو اس کا جواب ہے کہ اس شخص اور اس قسم کے دیگر لوگوں کے لئے کوئی عذر نہیں جن کی جہالت کا

مصدر اللہ تعالیٰ کے ذکر سے روگردانی ہے، باوجودیکہ وہ ہدایت حاصل کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ انہوں نے قدرت رکھنے کے باوجود ہدایت سے منہ موڑا اور باطل کی طرف راغب ہوئے، اس لئے یہ گناہ ان کا گناہ اور یہ جرم ان کا جرم ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ذکر سے روگردانی کرنے والے کا، اپنے ساتھی کی معیت میں یہ حال تو دنیا کے اندر ہے اور وہ گمراہی، بدراہی اور حقائق کو بد لئے کا جرم ہے۔ رہا اس کا وہ حال جب وہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوگا تو وہ بدترین حال ہوگا، ندامت، حسرت اور حزن و غم کا حال ہوگا جو اس کی مصیبت کی تلافی کر سکے گا نہ اس کے ساتھی سے نجات دلا سکے گا، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿حَتَّىٰ إِذَا جَاءَنَا قَالَ يَلَيْتَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ بَعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَوَيْنِ﴾ ”حتیٰ کہ جب وہ ہمارے پاس آئے گا تو کہے گا: اے کاش! مجھ میں اور تجھ میں مشرق و مغرب کا فاصلہ ہوتا، پس تو برا ساتھی ہے۔“ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَيَوْمَ يَعِصُ الظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ يَقُولُ يَلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا ۝ يُؤَيِّلُنِي لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا ۝ لَقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي ۚ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنْسَانِ خَذُولًا﴾ (الفرقان: ۲۷-۲۹) ”اور اس روز جب ظالم اپنے ہاتھوں پر کاٹے گا اور حسرت سے کہے گا: کاش! میں نے رسول کے ساتھ راستہ اختیار کیا ہوتا۔ ہائے میری ہلاکت! کاش! میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا، ذکر (یعنی قرآن) کے آجانے کے بعد، اس نے مجھے گمراہ کر ڈالا اور شیطان تو انسان کو چھوڑ کر الگ ہو جاتا ہے۔“

﴿وَلَنْ يَنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ إِذْ ظَلَمْتُمْ أَنتُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُونَ﴾ قیامت کے روز تمہارا اپنے ساتھیوں اور دوستوں کے ساتھ عذاب میں اشتراک تمہارے کسی کام نہ آئے گا، چونکہ تم ظلم میں ایک دوسرے کے ساتھی تھے اس لئے اس عذاب میں بھی ایک دوسرے کے ساتھی ہو۔ مصیبت میں تسلی بھی تمہارے کوئی کام نہ آئے گی۔ کیونکہ جب دنیا میں مصیبت واقع ہوتی ہے اور مصیبت زدگان اس میں مشترک ہو جاتے ہیں اور ساتھی بن جاتے ہیں تو ان کی مصیبت قدرے ہلکی ہو جاتی ہے اور وہ ایک دوسرے کو تسلی دیتے ہیں۔ آخرت کی مصیبت میں تو ہر قسم کی عقوبت جمع ہوگی، اس میں ادنیٰ سی راحت بھی نہ ہوگی۔ یہاں تک کہ یہ دنیاوی راحت بھی نہ ہوگی۔ اے ہمارے رب! ہم تجھ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں تو ہمیں اپنی رحمت سے راحت عطا کرنا۔

أَفَأَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ أَوْ تَهْدِي الْعُمْىٰ وَمَنْ كَانَ فِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ ۝ فَاِمَّا

کیا پس آپ سنا سکتے ہیں بہروں کو یا راہ دکھا سکتے ہیں اندھوں کو اور (ان کو) جو ہیں صریح گمراہی میں؟ ۝ پس اگر

نَذْهَبَنَّ بِكَ فَإِنَّا مِنْهُمْ مُنْتَقِبُونَ ۝ أَوْ نُرِيكَ الذِّى وَعَدْنَاهُمْ فَإِنَّا عَلَيْهِم

ہم لے جائیں آ پکو (دنیا سے) تو بیشک ہم ان سے بدلہ لینے والے ہیں ۝ یا دکھا دیں ہم آ پکو وہ (عذاب) جب کا وعدہ کیا ہے ہم نے ان سے تو بلاشبہ ہم ان پر

مُقْتَدِرُونَ ﴿٣٤﴾ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِي أُوحِيَ إِلَيْكَ ۚ إِنَّكَ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿٣٥﴾ وَإِنَّهُ

قدرت رکھنے والے ہیں ○ پس آپ مضبوطی سے تھام لیں اس چیز کو جو وحی کی گئی آپ کی طرف بلاشبہ آپ اوپر سیدھے راستے کے ہیں ○ اور بلاشبہ وہ

لَذِكْرُكَ ۚ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ تُسْأَلُونَ ﴿٣٦﴾ وَسَأَلَ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ

البتہ ایک نصیحت ہے آپ کیلئے اور آپ کی قوم کیلئے اور عنقریب تم سوال کئے جاؤ گے ○ اور پوچھے (ان سے) جن کو ہم نے بھیجا آپ سے پہلے

مَنْ أَرْسَلْنَا أَجْعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ إِلَهًا يُعْبَدُونَ ﴿٣٧﴾

اپنے رسولوں میں سے کیا بنائے ہم نے سوائے رحمن کے کوئی اور معبود کہ وہ پوجے جائیں ○؟

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو اہل مکذیب کے ایمان نہ لانے اور آپ کی دعوت کو قبول نہ کرنے پر تسلی دیتے ہوئے فرماتا ہے، نیز واضح فرماتا ہے کہ ان میں کوئی بھلائی ہے نہ پاکیزگی جو انہیں ہدایت کی طرف بلائے۔ ﴿اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ﴾ ”کیا آپ بہرے کو سنا سکتے ہیں۔“ جو سنتے نہیں ﴿اَوْ تُهْدِي الْعُصَى﴾ ”یا اندھے کو راستہ دکھا سکتے ہیں؟“ جو دیکھتے نہیں یا کیا آپ اس شخص کی راہ نمائی کر سکتے ہیں ﴿وَمَنْ كَانَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ﴾ جو واضح گمراہی میں مبتلا ہے؟ کیونکہ وہ اپنی گمراہی اور اس کے بارے میں اپنی پسندیدگی کو خوب جانتا ہے۔ پس جس طرح بہرہ آوازوں کو نہیں سن سکتا اور اندھا دیکھ نہیں سکتا اسی طرح گمراہ شخص جو واضح گمراہی میں مبتلا ہے، ہدایت نہیں پاسکتا۔

قرآن سے ان کی روگردانی کی بنا پر ان کی فطرت اور عقل فاسد ہو گئی اور انہوں نے عقائد فاسدہ گھڑ لئے اور ان میں صفات خبیثہ پیدا ہو گئیں جو انہیں ایمان لانے سے روکتی ہیں اور ان کے اور ہدایت کے درمیان حائل ہیں اور ان کی تباہی میں اضافے کی موجب ہیں۔ اب ان لوگوں کے لئے عذاب اور سزا کے سوا کچھ باقی نہیں اور یہ عذاب انہیں دنیا ہی میں دے دیا جائے گا یا آخرت میں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَلَمَّا نَذَرَ هَبْ بَكَ وَاقًا مِنْهُمْ مُنْتَقِبُونَ﴾ یعنی ہم نے ان کے ساتھ جس عذاب کا وعدہ کیا ہے، آپ کو وہ عذاب دکھانے سے پہلے اگر آپ کو اٹھالیں تو ہماری سچی خبر کی بنا پر آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہم ان سے انتقام لیں گے۔ ﴿اَوْ ذُرِّيَّتَكَ الَّتِي وَعَدْنَاهُمْ﴾ ”یا تمہیں دکھا دیں (وہ عذاب) جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے۔“ ﴿وَاقًا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُونَ﴾ ”پس بے شک ہم ان پر قابو رکھتے ہیں۔“ مگر اس عذاب کی تعجیل و تاخیر اللہ تعالیٰ کی حکمت کے تقاضے پر موقوف ہے۔

یہ ہے آپ کا حال اور ان مکذبین کا حال، پس آپ ﴿فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِي أُوحِيَ إِلَيْكَ﴾ اپنے افعال میں اس چیز کو مضبوطی سے تھامے رکھیں جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے اور ان صفات سے متصف ہوں جن سے متصف ہونے کا آپ کو یہ وحی حکم دیتی ہے۔ اس کی طرف دعوت دیں، اس کو اپنی ذات اور دوسروں پر نافذ کرنے کی

خواہش رکھیں۔ ﴿اِنَّكَ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ بے شک آپ سیدھے راستے پر ہیں، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے اکرام و تکریم کے گھر تک پہنچاتا ہے اور یہ وہ چیز ہے جو آپ پر اس سے تمسک کرنے اور اس سے راہ نمائی حاصل کرنے کو اور زیادہ واجب کرتی ہے۔ جب آپ جانتے ہیں کہ یہ حق، عدل اور سچائی ہے تو آپ اسی اصل اصل پر قائم رہیں جبکہ دوسرے لوگوں نے شرک، اوہام اور ظلم و جور کو بنیاد بنا رکھا ہے۔

﴿وَإِنَّهُ﴾ یعنی یہ قرآن کریم ﴿لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ﴾ ”تمہارے لیے اور تمہاری قوم کے لیے ذکر (نصیحت) ہے۔“ تم لوگوں کے لئے فخر، منقبت، جلیلہ اور ایسی نعمت ہے جس کا اندازہ کیا جاسکتا ہے نہ اس کے وصف کی معرفت حاصل کی جاسکتی ہے، نیز یہ قرآن تمہارے سامنے اس دنیوی اور اخروی بھلائی کو بیان کرتا ہے جس پر یہ مشتمل ہے اور تمہیں اس کی ترغیب دیتا ہے اور تمہیں برائی کے بارے میں بتاتا اور اس سے ڈراتا ہے ﴿وَسَوْفَ يُسْأَلُونَ﴾ ”اور عنقریب تم سے پوچھا جائے گا۔“ اس کے بارے میں کہ آیا تم نے اس کو قائم کر کے رفعت حاصل کی اور اس سے فائدہ اٹھایا، یا تم نے اس کو قائم نہیں کیا تو یہ تمہارے خلاف حجت ہو اور تمہاری طرف سے اس نعمت کی ناسپاسی گردانی جائے؟

﴿وَسَأَلَ مِّنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ نُّسَلِنَا أَجَعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ إِلَهًا يُعْبَدُونَ﴾ ”اور ہمارے ان نبیوں سے پوچھو! جنہیں ہم نے آپ سے پہلے بھیجا تھا، کیا ہم نے سوائے رحمن کے اور معبود مقرر کیے تھے کہ ان کی عبادت کی جائے؟“ یہاں تک کہ وہ اللہ مشرکین کے لئے ایک قسم کی حجت بن جاتے جس میں وہ انبیاء و مرسلین میں سے کسی کی اتباع کرتے۔ اگر آپ ان سے پوچھیں اور انبیاء و مرسلین کے احوال کی خبر دریافت کریں تو آپ ایک بھی ایسا رسول نہیں پائیں گے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور ہستی کو معبود بنا لینے کی دعوت دیتا ہو، آپ دیکھیں گے اول سے لے کر آخر تک تمام انبیاء اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کی طرف دعوت دیتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾ (النحل: ۳۶/۱۶) ”اور ہم نے ہر قوم میں ایک رسول مبعوث کیا جو انہیں دعوت دیتا تھا کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔“ ہر رسول نے، جس کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا، اپنی قوم سے یہی کہا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ مشرکین کے پاس اپنے شرک پر کوئی دلیل نہیں، عقل صحیح کی رو سے نہ رسولوں کی تعلیمات میں سے نقل صحیح کی رو سے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَقَالَ إِنِّي رَسُولُ رَبِّ

اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے موسیٰ کو ساتھ اپنی نشانیوں کے فرعون اور اس (کی قوم) کے سرداروں کی طرف پس موسیٰ نے کہا: بیشک میں رسول ہوں رب

الْعَالَمِينَ ﴿۳۷﴾ فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِآيَاتِنَا إِذَا هُمْ مِنْهَا يَضْحَكُونَ ﴿۳۸﴾ وَمَا نُرِيهِمْ مِّنْ آيَةٍ

العالمین کا ۳۷ پس جب آیا وہ ان کے پاس ساتھ ہماری نشانیوں کے تو کیا وہ ان کی بات (غفاق سے) ہنستے تھے اور انہیں دکھاتے تھے ہم ان کو کوئی نشانی

إِلَّا هِيَ أَكْبَرُ مِنْ أُخْتَيْهَا ۚ وَآخَذْنَهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٣٨﴾ وَقَالُوا
يَا أَيُّهُ السَّحَرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۖ إِنَّا لَمُهْتَدُونَ ﴿٣٩﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا
عَنْهُمْ الْعَذَابَ إِذَا هُمْ يَنْكُثُونَ ﴿٤٠﴾ وَنَادَىٰ فِرْعَوْنُ فِي قَوْمِهِ قَالَ يُقَوْمُ الْاِيسَ
لِي مُلْكٌ مُّصْرَ وَهَٰذَا الْاُنْهَرُ تَجْرِي مِنْ تَحْتِي ۖ اَفْلَا تُبْصِرُونَ ﴿٤١﴾ اَمْ اَنَا خَيْرٌ
مِّنْ هَٰذَا الَّذِي هُوَ مَهِينٌ ۙ وَلَا يَكَادُ يَبِيْنُ ﴿٤٢﴾ فَلَوْ لَا اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ
مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَاءَ مَعَهُ الْمَلِكَةُ مُقْتَرِنَيْنِ ﴿٤٣﴾ فَاَسْتَخَفَّ قَوْمَهُ فَاَطَاعُوهُ ط
سُوْنَةَ كِي يَآتِي اَسْكَ سَآتْهُ فَرَشْتَهٗ جَمْعٌ هُوَ كَرِ ۝ پَسْ بَلَا كَرْدِيَا اِسْ نَ اِنِّي قَوْمَ (كِي عَقْل) كُو سَوَانِهُو نَ اِطَاعَتِ كِي اِسْ كِي
اِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَسِيقِينَ ﴿٤٤﴾ فَلَمَّا اَسْفُونَا اَتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنَاهُمْ اَجْعِيْنَ ﴿٤٥﴾
بَلَا شَبَهَتْهُ وَبَنِي لُوْكَ نَافَرْمَانِي كَرْنِيَا لَ ۝ پَسْ جِبْ غَصْدَ دَلَايَا اِنِهُو نَ اَمِيْسْ تُو بَدَلَهْ لِيَا اِمْنِ نَ اِنْ سَ اَوْرَغْرَقْ كَرْدِيَا اِمْنِ نَ اِنْ سَبْ كُو ۝

فَجَعَلْنَاهُمْ سَلَفًا وَمَثَلًا لِّلْآخِرِينَ ﴿٤٦﴾

پس کر دیا ہم نے ان کو گئے گزرے اور (عبرت کی) مثال بچپلوں کے لئے ۝

جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَسَلِّ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا أَجَعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ آلِهَةً يُعْبَدُونَ﴾ (الزخرف: 43/45) تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی دعوت کا ذکر فرمایا جو انبیاء و مرسلین کی دعوت میں سب سے زیادہ شہرت رکھتی ہے، نیز اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس کا سب سے زیادہ ذکر کیا ہے، پس اللہ تعالیٰ نے فرعون کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حال بیان کیا، فرمایا: ﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا﴾ ”اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو نشانیاں دے کر بھیجا۔“ جو قطعی طور پر دلالت کرتی ہیں کہ جو چیز حضرت موسیٰ علیہ السلام لے کر آئے ہیں وہ صحیح ہے، مثلاً عصا، سانپ، ٹنڈی ذل بھیجنا، جوئیں پڑنا اور دیگر تمام آیات اور معجزات وغیرہ۔ ﴿إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَقَالَ إِنِّي رَسُولُ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ ”فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف، تو اس نے کہا: میں رب العالمین کی طرف سے رسول ہوں۔“ سو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو اپنے رب کے اقرار کی دعوت دی اور انہیں غیر اللہ کی عبادت سے روکا۔ ﴿فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِآيَاتِنَا إِذَا هُمْ مِنْهَا يَضْحَكُونَ﴾ ”پس جب وہ ان کے پاس ہماری نشانیاں لے کر آئے تو وہ نشانیوں سے مذاق کرنے لگے۔“ یعنی انہوں نے ان آیات کا انکار کر کے ان کو ٹھکرایا اور ظلم و تکبر سے ان کا تمسخر اڑایا۔

یہ سب کچھ آیات اور نشانیوں میں کسی کسی اور ان میں عدم وضاحت کی وجہ سے نہ تھا۔ اس لئے فرمایا: ﴿وَمَا يُرِيهِمْ مِنْ آيَةٍ إِلَّا هِيَ أَكْبَرُ مِنْ أُخْتِهَا﴾ ”اور ہم انہیں جو نشانی دکھاتے تو وہ دوسری سے بڑھ چڑھ کر ہوتی۔“ یعنی بعد والی نشانیاں گزشتہ نشانیوں سے بڑی تھیں۔ ﴿وَأَخَذْنَاهُمْ بِالْعَذَابِ﴾ ”اور ہم نے انہیں عذاب میں پکڑا۔“ مثلاً: ٹڈی دل، جوئیں، مینڈک اور خون جیسی مفصل نشانیوں کے ساتھ ہم نے ان کو پکڑا۔ ﴿لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ شاید کہ وہ اسلام کی طرف لوٹیں اور اس کی اطاعت کریں تاکہ ان کا شرک اور شرزائل ہو۔

﴿وَقَالُوا﴾ یعنی ان پر عذاب نازل ہوتا تو کہتے: ﴿يَا أَيُّهَا الشَّجَرُ﴾ ”اے جادوگر!“ اس سے ان کی مراد موسیٰ علیہ السلام تھے ان کا یہ طرز خطاب یا تو استہزاء و تمسخر کے باب سے تھا یا یہ خطاب ان کے ہاں مدح تھا۔ پس انہوں نے عاجز آ کر موسیٰ علیہ السلام کو ایسے خطاب کے ساتھ مخاطب کیا جس کے ساتھ وہ ایسے لوگوں کو خطاب کرتے تھے جن کو وہ اہل علم سمجھتے تھے۔ یعنی جادوگروں کو۔ پس وہ کہنے لگے: ﴿يَا أَيُّهَا الشَّجَرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ﴾ ”اے جادوگر! اس عہد کے مطابق جو تیرے رب نے تجھ سے کر رکھا ہے اس سے دعا کر۔“ یعنی جس چیز کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے تجھے خصوصیت بخشی اور فضائل و مناقب عطا کئے اس کے ذریعے سے دعا کر کہ اللہ ہم سے عذاب کو دور کر دے۔ ﴿إِنَّا لَمُهْتَدُونَ﴾ اگر اللہ نے ہم سے عذاب کو ہٹا دیا تو ہم راہِ راست اختیار کر لیں گے۔

﴿فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمْ الْعَذَابَ إِذَا هُمْ يَنْكُثُونَ﴾ ”پس جب ہم نے ان سے عذاب دور کر دیا تو انہوں نے قول و قرار توڑ دیا۔“ یعنی انہوں نے جو عہد کیا تھا اسے پورا نہ کیا بلکہ عہد کو توڑ ڈالا اور اپنے کفر پر جسے رہے۔ ان کا یہ رویہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مانند ہے: ﴿فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالْذَّمَارَ آيَاتٍ مُفَصَّلَاتٍ فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا قَوْمًا مُجْرِمِينَ ۝ وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوا يَمْوَسَّىٰ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِي إِسْرَءِيلَ ۝ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمْ الرِّجْزَ إِلَىٰ أَجَلٍ هُمْ بِلُغْوِهِ إِذَا هُمْ يَنْكُثُونَ ۝﴾ (الاعراف: ۱۳۳-۱۳۵) ”پس ہم نے ان پر طوفان بھیجا، ان پر ٹڈی دل، جوئیں، مینڈک بھیجے اور ان پر خون برسایا یہ سب الگ الگ نشانیاں دکھائیں مگر انہوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم لوگ تھے اور جب کبھی ان پر عذاب نازل ہوتا تو کہتے: اے موسیٰ! تجھ سے تیرے رب نے وعدہ کیا ہے اس بنا پر ہمارے لئے دعا مانگ اگر تو ہم سے عذاب ہٹا دے تو ہم تجھ پر ایمان لے آئیں گے اور تیرے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دیں گے۔ جب ہم نے ان سے عذاب کو ایک وقت مقررہ تک کے لئے، جس کو وہ پہنچنے والے تھے، ہٹا دیا تو وہ اپنے عہد سے پھر گئے۔“

﴿وَنَادَىٰ فِرْعَوْنُ فِي قَوْمِهِ قَالَ﴾ ”اور فرعون نے اپنی قوم کو پکار کر کہا:“ ”یعنی اپنے باطل موقف کی بنا پر تکبر کا اظہار کرتے ہوئے کہا، اس کے اقتدار نے اس کو فریب میں مبتلا کر دیا تھا اور اس کے مال اور لشکروں نے اس کو

سرکش بنا دیا تھا۔ ﴿يَقْوَرُ الْاَيْسَ لِيْ مُلْكٌ مِّصْرَ﴾ یعنی اے میری قوم! کیا میں ملک مصر کا مالک اور اس میں تصرف کرنے والا نہیں؟ ﴿وَهٰذَا اِلٰهٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِيْ﴾ ”اور یہ نہریں میرے نیچے چلتی ہیں۔“ یعنی یہ نہریں جو دریائے نیل میں سے نکل کر محلات اور باغات میں سے ہو کر بہ رہی ہیں۔ ﴿اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ﴾ کیا تم اس وسیع و عریض سلطنت کو دیکھتے نہیں؟ یہ اس کی بے انتہا جہالت کے سبب سے تھا کیونکہ اس نے اوصاف حمیدہ اور افعال سدیدہ کی بجائے ایسے معاملے پر فخر کا اظہار کیا جو اس کی ذات سے خارج تھا۔

﴿اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ مَهِينٌ﴾ اللہ تعالیٰ اس کا برا کرے، حقیر سے اس کی مراد رحمان کے کلیم اور بلند مرتبہ ہستی حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام تھے۔ یعنی میں غالب اور قوت والا ہوں اور موسیٰ نہایت ذلیل اور حقیر، تب ہم میں سے کون بہتر ہے؟ ﴿و﴾ ”اور۔“ بایں ہمہ ﴿لَا يَكَادُ بَيْنُنَا﴾ موسیٰ (علیہ السلام) اپنے مافی الضمیر کا گفتگو کے ذریعے سے اظہار نہیں کر سکتا کیونکہ وہ فصیح اللسان نہیں ہے۔ مگر یہ کوئی عیب نہیں، جبکہ آپ اپنے مافی الضمیر کو واضح کر سکتے تھے اگرچہ بولنا ان کے لئے بوجھل تھا۔ پھر فرعون نے کہا: ﴿فَلَوْ لَا اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوَرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ﴾ ”پس اس پر سونے کے کنگن کیوں نہیں آپڑے۔“ کہ اس کی یہ حالت ہوتی کہ وہ کنگن اور زیور سے آراستہ ہوتا ﴿اَوْ جَاءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنٰٓيْنِ﴾ یا فرشتے اس کے پکارنے پر، اس کی مدد کرتے اور اس کی بات کی تائید کرتے۔

﴿فَاسْتَحَفَّ قَوْمَهُ فَاَطَاعُوْهُ﴾ ”پس بے وقوف بنایا اس نے اپنی قوم کو اور وہ اس کے کہنے میں آگئے۔“ یعنی فرعون نے اپنی قوم کے لوگوں کی عقل کو حقیر جانا اور یوں اس نے ان کے سامنے ان شبہات کا اظہار کیا جن کا کوئی فائدہ اور ان کی کوئی حقیقت نہیں، یہ شبہات حق پر دلالت کرتے تھے نہ باطل پر۔ یہ صرف کم عقل لوگوں کو متاثر کر سکتے تھے۔

مصر پر فرعون کے اقتدار اور اس کے محلات میں نہروں کے بہنے میں اس کے برحق ہونے کی کون سی دلیل ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان کی ثقالت، ان کے متبعین کی قلت اور ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سونے کے کنگنوں سے آراستہ نہ کرنے میں ان کی دعوت کے بطلان کی کون سی دلیل ہے؟ مگر حقیقت یہ ہے کہ فرعون کو ایسے لوگوں سے واسطہ پڑا تھا جو معقولات سے بے بہرہ تھے، فرعون حق یا باطل جو کچھ بھی کہتا تھا وہ بے چون و چرا اسے مان لیتے تھے۔ ﴿فَاسْتَحَفَّ قَوْمَهُ فَاَطَاعُوْهُ﴾ ”درحقیقت وہ تھے ہی فاسق لوگ۔“ پس ان کے فسق کے سبب سے ان پر فرعون کو مسلط کر دیا گیا جو ان کے سامنے شرک اور شرکومزین کرتا تھا۔ ﴿فَلَمَّا اَسْفُوْنَا﴾ یعنی جب انہوں نے اپنی بد اعمالیوں کے ذریعے سے ہمیں ناراض کر دیا تو ﴿اَنْتَقَبْنَا مِنْهُمْ فَاعْرِقْنَاهُمْ اَجْعٰلِيْنَ ۝ فَجَعَلْنَاهُمْ سَلَفًا وَمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ﴾ ”ہم نے ان سے انتقام لیا اور ان سب کو غرق کر دیا۔ اور ان کو گئے گزرے کر دیا اور پچھلوں کے لیے عبرت بنا دیا۔“ تاکہ ان کے احوال سے عبرت حاصل کرنے والے عبرت اور نصیحت حاصل کرنے والے نصیحت حاصل کریں۔

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ ۝ وَقَالُوا ءَالِهَتُنَا خَيْرٌ
 اَمْ هُوَ مَا ضَرَبُوهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ
 يَاهُ (مسی)؟ نہیں بیان کی انہوں نے آپ کیلئے یہ مثال مگر جھگڑنے کیلئے بلکہ وہ لوگ ہیں ہی جھگڑالو ۝ نہیں ہے وہ (مسی) مگر ایک ایسا بندہ کہ
 اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِّبَنِي اِسْرَآءِیْلَ ۝ وَلَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَلٰٓئِكَةً
 انعام کیا ہم نے اس پر اور بنا دیا ہم نے اسکو ایک نمونہ واسطے بنی اسرائیل کے ۝ اور اگر چاہتے ہم تو البتہ کر دیتے ہم تم میں سے فرشتے
 فِی الْاَرْضِ یَخْلُقُوْنَ ۝ وَاِنَّهٗ لَعَلْمٌ لِّلْاَسَآءَةِ فَلَا تَمْتَرُنْ بِهَا وَاتَّبِعُوْنَ ط
 زمین میں وہ جانشین ہوتے ۝ اور بیشک وہ البتہ ایک نشانی ہے واسطے قیامت کے پس نہ ہرگز شک کرو تم اس (کے آنے) میں اور پیروی کرو تم میری
 هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ۝ وَلَا یَصْدَنْکُمُ الشَّیْطٰنُ اِنَّهٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۝ وَلَمَّا
 یہی ہے راستہ سیدھا ۝ اور نہ روک دے تم کو شیطان بلاشبہ وہ تمہارا دشمن ہے صریح ۝ اور جب
 جَآءَ عِیْسٰی بِالْبَیِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُکُمْ بِالْحِکْمَةِ وَلِاُبَیِّنَ لَکُمْ بَعْضَ الَّذِی
 آیا عیسیٰ ساتھ واضح دلائل کے تو اس نے کہا: تحقیق آیا ہوں میں تمہارے پاس ساتھ حکمت کے اور تاکہ واضح کروں میں تمہارے لئے بعض وہ باتیں
 تَخْتَلِفُوْنَ فِیْہِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاطِیْعُوْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّکُمْ فَاعْبُدُوْهُ ط
 کیا اختلاف کرتے ہو تم اس میں پس ڈرو تم اللہ سے اور اطاعت کرو میری ۝ بلاشبہ اللہ وہ رب ہے میرا اور رب ہے تمہارا پس تم (سب) اسی کی عبادت کرو

هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ۝ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْ بَیْنِهِمَا ۝ قَوْلٌ لِّلَّذِیْنَ
 یہی ہے راستہ سیدھا پس (ایک دوسرے سے) اختلاف کیا گروہوں نے (جو پیدا ہوئے) نئے درمیان ہی میں سے پس ہلاکت ہے ان لوگوں کیلئے
 ظَلَمُوا مِنْ عَذَابٍ یُّوْمٍ اَلِیْمٍ ۝
 جنہوں نے ظلم کیا عذاب سے ایک دردناک دن کے ۝

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا﴾ ”اور جب مریم کے بیٹے کی مثال بیان کی گئی۔“ یعنی جب ابن مریم کی عبادت سے منع کیا گیا اور اس کی عبادت کو بتوں کی عبادت قرار دیا گیا۔ ﴿اِذَا قَوْمُكَ﴾ ”تو آپ کی قوم کے لوگ۔“ جو آپ کو جھٹلانے والے ہیں ﴿مِنْهُ﴾ یعنی اس ضرب المثل کی وجہ سے ﴿یَصِدُّونَ﴾ آپ کے ساتھ جھگڑا کرتے ہیں، چیختے چلاتے اور سمجھتے ہیں کہ انہوں نے دلیل کے ذریعے سے غلبہ حاصل کر لیا ہے۔ ﴿وَقَالُوا ءَالِهَتُنَا خَيْرٌ اَمْ هُوَ﴾ ”اور کہنے لگے کیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا یہ؟“، یعنی عیسیٰ علیہ السلام کیونکہ تمام خود ساختہ معبودوں کی عبادت سے منع کیا گیا ہے اور ان سب کو جن کی یہ عبادت کرتے ہیں، وعید میں شامل کیا گیا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی نازل ہوا ہے: ﴿اِنَّکُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ اَنْتُمْ لَهَا وَرَدُّونَ﴾ (الانبیاء: ۹۸/۲۱) ”بے شک تم اور جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو،

سب جہنم کا ایندھن ہوا اور تم سب اس میں داخل ہو کر رہو گے۔“ ان کی اس بے موقع دلیل کی توجیہ یہ ہے وہ کہتے ہیں کہ اے محمد! (ﷺ) تمہارے نزدیک اور ہمارے نزدیک یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ان مقرب بندوں میں سے ہیں جن کا انجام بہت اچھا ہے، پھر تو نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ہمارے معبودوں کو ان کی عبادت کی ممانعت میں برابر کیوں کر قرار دے دیا؟ اگر تیری دلیل باطل نہ ہوتی تو اس میں کوئی تناقض نہ ہوتا۔ اور تو نے یہ کیوں کہا: ﴿إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ أَنْتُمْ لَهَا وَرَدُونَ﴾ (الانبیاء: ۲۱/۹۸) ان کے زعم کے مطابق یہ حکم عیسیٰ علیہ السلام اور تمام بتوں کو شامل ہے، تب کیا یہ تناقض نہیں؟ اور دلیل کا تناقض دلیل کے بطلان پر دلالت کرتا ہے۔

یہ بعید ترین دلیل ہے جس کے ذریعے سے لوگ اس شبہ کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس پر یہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے شور مچا رہے ہیں اور ایک دوسرے کو خوشخبری دے رہے ہیں، حالانکہ شبہ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ۔ کمزور ترین اور باطل ترین شبہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کی عبادت کی ممانعت اور بتوں کی عبادت کی ممانعت کو مساوی قرار دیا ہے اور چونکہ عبادت اللہ تعالیٰ کا حق ہے، مخلوق میں سے اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے، انبیاء و مرسلین اور دیگر کوئی ہستی عبادت کی مستحق نہیں، اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت کی ممانعت اور دیگر خود ساختہ معبودوں کی عبادت کی ممانعت کے مساوی ہونے میں کون سا شبہ ہے؟

اس مقام پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فضیلت اور آپ کا اللہ تعالیٰ کے ہاں مقرب ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ آپ کی عبادت اور بتوں کی عبادت کی حرمت میں کوئی فرق ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیثیت تو وہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿إِنَّهُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ﴾ ”وہ تو ہمارا ایک بندہ ہے جس پر ہم نے انعام کیا ہے۔“ یعنی ہم نے انہیں نبوت و حکمت اور علم و عمل کی نعمت سے سرفراز فرمایا۔ ﴿وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِّبَنِي إِسْرَآئِيلَ﴾ ”اور ہم نے بنی اسرائیل کے لیے انہیں ایک نمونہ بنا دیا۔“ ان کے ذریعے سے بنی اسرائیل نے اس حقیقت کی معرفت حاصل کی کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو باپ کے بغیر بھی وجود میں لانے کی قدرت رکھتا ہے۔

ربا اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ أَنْتُمْ لَهَا وَرَدُونَ﴾ (الانبیاء: ۲۱/۹۸) تو اس کا جواب تین طرح سے دیا جاتا ہے۔

اول: ﴿إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾ میں ﴿مَا﴾ غیر ذی عقل کے لئے استعمال ہوا ہے، اس میں حضرت مسیح علیہ السلام داخل نہیں ہیں۔

ثانی: یہ خطاب کہہ اور اس کے ارد گرد رہنے والے مشرکین سے ہے جو بتوں کی عبادت کیا کرتے تھے۔

ثالث: اس آیت کریمہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا

مُبْعَدُونَ ﴿﴾ (الانبیاء: ۱۰۱/۲۱) ”بے شک وہ لوگ جن کے لئے پہلے ہی سے ہماری طرف سے بھلائی کا فیصلہ ہو چکا ہے، وہ اس جہنم سے دور رکھے جائیں گے۔“ بلاشبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، انبیاء و مرسلین اور اولیاء اللہ اس آیت کریمہ میں داخل ہیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **﴿وَلَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَلَائِكَةً فِي الْاَرْضِ يَخْلُقُونَ﴾** یعنی اگر ہم چاہتے تو تمہاری جگہ فرشتوں کو مقرر کر دیتے جو زمین میں تمہاری جانشینی کرتے اور زمین میں رہتے حتیٰ کہ ہم فرشتوں کو ان کی طرف رسول بنا کر بھیجتے۔ اے نوع بشری! تم یہ طاقت نہیں رکھتے کہ فرشتوں کو رسول بنا کر تمہاری طرف مبعوث کیا جائے۔ پس یہ اللہ تعالیٰ کی تم پر رحمت ہے کہ اس نے تمہاری ہی جنس سے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا جس سے سیکھنے کی تم طاقت رکھتے ہو۔ **﴿وَإِنَّهُ لَعَلَّمَ لِسَاْعَةَ﴾** ”اور بے شک وہ قیامت کی نشانی ہیں۔“ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وجود قیامت کی دلیل ہے۔ وہ ہستی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے وجود میں لانے پر قادر ہے، وہ مردوں کو ان کی قبروں میں سے دوبارہ زندہ کرنے کی قدرت بھی رکھتی ہے یا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانے میں نازل ہوں گے اور ان کا نزول قیامت کی علامات میں سے ایک علامت ہے۔ **﴿فَلَا تَمْتَرْنَ بِهَا﴾** یعنی قیامت کے قائم ہونے کے بارے میں شک نہ کرو، اس کے بارے میں شک کرنا کفر ہے **﴿وَالْمُحْضُونَ﴾** اور جو میں نے تمہیں حکم دیا ہے اس کی تعمیل کرو اور جس سے روکا ہے اس سے اجتناب کرو۔ **﴿هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ﴾** ”یہی سیدھا راستہ ہے۔“ جو اللہ تعالیٰ تک پہنچاتا ہے۔ **﴿وَلَا يَصْدَلُكُمْ الشَّيْطَانُ﴾** اور شیطان تمہیں اس چیز سے نہ روک دے جس کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے، بے شک شیطان **﴿لَكُمْ عَدُوٌّ﴾** ”تمہارا دشمن ہے۔“ وہ تمہیں گمراہ کرنے پر حریص ہے اور اس بارے میں وہ پوری جدوجہد کر رہا ہے۔

﴿وَلَنَبَاِعَنَّ عِيسَى بِالْبَيِّنَاتِ﴾ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام وہ دلائل لے کر آئے جو ان کی نبوت کی صداقت اور ان کی دعوت کے صحیح ہونے پر دلالت کرتے تھے، مثلاً: مردوں کو زندہ کرنا، مادر زاد اندھے اور برص زدہ کو شفا یاب کرنا اور دیگر معجزات **﴿قَالَ﴾** تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا: **﴿قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ﴾** میں تمہارے پاس نبوت اور ان امور کا علم لے کر آیا ہوں جس کا علم تمہیں ہونا چاہیے اور اس طریقے سے ہونا چاہیے جو مناسب ہے۔ **﴿وَلَا يَنْبَغِي لَكُمْ بَعْضُ الَّذِي تَفْعَلُونَ فِيهِ﴾** یعنی تاکہ میں تمہارے سامنے تمہارے اختلافات میں راہ صواب اور جواب واضح کر دوں اور اس طرح تمہارے شکوک و شبہات زائل ہو جائیں۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام شریعت موسوی اور احکام تورات کی تکمیل کے لئے تشریف لائے، آپ بعض آسانیاں لے کر آئے جو آپ کی اطاعت اور آپ کی دعوت کو قبول کرنے کی موجب تھیں۔

﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا﴾ ”پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔“ یعنی اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جس کا کوئی شریک نہیں، اس کے اوامر کی تعمیل اور اس کے نواہی سے اجتناب کرو، مجھ پر ایمان لاؤ، میری تصدیق اور میری اطاعت کرو۔ ﴿إِنَّ اللَّهَ هُوَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ فَأَعْبُدُوهُ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ﴾ ”یقیناً اللہ میرا رب بھی ہے اور تمہارا بھی، لہذا اسی کی عبادت کرو، یہی صراط مستقیم ہے۔“ اس آیت کریمہ میں توحید ربوبیت کا اقرار ہے، اللہ تعالیٰ مختلف انواع کی ظاہری اور باطنی نعمتوں کے ذریعے سے تمام مخلوق کی تربیت کرتا ہے، نیز توحید عبودیت کا اقرار ہے، یعنی اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دیا گیا ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے خبر دی گئی ہے کہ وہ بھی اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے ہیں۔ ”وہ اللہ تعالیٰ کا بیٹا یا تین میں سے تیسرا۔“ نہیں ہیں جیسا کہ نصاریٰ کا خیال ہے اور یہ بھی خبر دی گئی ہے کہ یہی راستہ سیدھا راستہ ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کی جنت تک پہنچاتا ہے۔

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ دعوت لے کر ان کے پاس آئے ﴿فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ﴾ تو آپ کی تکذیب پر گروہ بندی کرنے والوں نے اختلاف کیا ﴿مِنْ بَنِيهِمْ﴾ ”آپس میں۔“ ان میں سے ہر گروہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں باطل بات کہی اور جو کچھ آپ لے کر آئے تھے اسے رد کر دیا، سوائے مومنین کے جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت سے سرفراز فرمایا جنہوں نے رسالت کی گواہی دی اور ہر اس چیز کی تصدیق کی جو آپ لے کر آئے تھے اور کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔ ﴿قَوْلٍ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْبُيُوتِ﴾ ”تو ظالموں کے لیے ہلاکت ہے، دردناک عذاب والے دن سے۔“ ظالموں کو کتنا شدید حزن و غم ہوگا، اس روز انہیں کتنے بڑے خسارے کا سامنا کرنا پڑے گا!

هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ١٦ الْأَخْلَاءُ
نہیں انتظار کرتے وہ مگر قیامت کا کہ آجائے ان کے پاس اچانک اور انہیں شعور تک نہ ہو ○ (سب) دوست
يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ ١٧ يُعْبَادُ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ الْيَوْمَ وَلَا
اس دن، بعض انکے واسطے بعض کے دشمن ہوں گے سوائے متقین کے ○ اے میرے بندو! انہیں ہے کوئی خوف تم پر آج اور نہ
أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ ١٨ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْآيَاتِنَا وَكَانُوا مُسْلِمِينَ ١٩ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ أَنْتُمْ
تم تمکین ہو گے ○ وہ لوگ جو ایمان لائے ساتھ ہماری آیتوں کے اور تھے وہ فرماں بردار ○ داخل ہو جاؤ تم جنت میں تم (خود)
وَأَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُونَ ٢٠ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِنْ ذَهَبٍ وَأَكْوَابٍ ٢١ وَفِيهَا
اور تمہاری بیویاں تم خوش کئے جاؤ گے (انعام و اکرام سے) ○ دور چلایا جائے گا ان پر رکابوں کا سونے کی اور آنجوروں کا اور اس میں
مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ وَأَنْتُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ٢٢ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي
وہ ہوگا جو چاہیں گے ان کے نفس اور لذت اندوز ہوں (ان سے) آئیں اور تم اس میں ہمیشہ رہو گے ○ اور یہ وہ جنت ہے کہ

اَوْرِثْتُوَهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ ﴿٤٨﴾ لَكُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ كَثِيرَةٌ مِنْهَا تَاْكُلُونَ ﴿٤٩﴾

وارث بنائے گئے ہوں تمہارے سب اس کے جو تم عمل کرتے ہو تمہارے لئے اس میں پھل ہو گئے بہت سے جن میں سے تم کھاؤ گے ○
اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: یہ تکذیب کرنے والے کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں؟ اور کیا وہ توقع رکھتے ہیں کہ ﴿اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ﴾ ”قیامت ان پر اچانک آمو جو ہو اور ان کو خبر بھی نہ ہو؟“ یعنی جب قیامت کی گھڑی آجائے گی تو ان لوگوں کے احوال کے بارے میں مت پوچھو جنہوں نے قیامت کی تکذیب کی، اس کا اور اس کے بارے میں آگاہ کرنے والے کا مذاق اڑایا۔ ﴿اَلْاَخْلَاءُ يَوْمَئِذٍ﴾ یعنی کفر، تکذیب اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر ایک دوسرے کے ساتھ دوستی رکھنے والے قیامت کے دن ﴿بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ﴾ ”ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔“ کیونکہ دنیا میں ان کی دوستی اور محبت غیر اللہ کی خاطر تھی تو قیامت کے دن یہ دوستی، دشمنی میں بدل جائے گی۔ ﴿اِلَّا الْمُنَافِقِينَ﴾ سوائے ان لوگوں کی دوستی کے جو شرک اور معاصی سے بچتے رہے۔ پس ان کی محبت دائمی اور متصل ہوگی کیونکہ جس ہستی کی خاطر انہوں نے محبت کی اس کو دوام ہے جنت میں ان کا دوام اور خلود جو جنت کی نعمتوں کے دوام، ان میں اضافے اور عدم انقطاع کو متضمن ہے۔

﴿وَتِلْكَ الْجَنَّةُ﴾ وہ جنت جو کامل ترین اوصاف سے موصوف ہے ﴿الَّتِي اَوْرِثْتُوَهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ﴾ ”جس کے تم مالک بنا دیے گئے وہ تمہارے اعمال کا صلہ ہے۔“ یعنی جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمہارے اعمال کے بدلے میں عطا کی ہے، اپنے فضل و کرم سے اس کو اعمال کی جزا قرار دیا اور اس نے اپنی رحمت سے اس میں ہر چیز عطا کر دی۔ ﴿لَكُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ كَثِيرَةٌ﴾ ”وہاں تمہارے لیے بہت سے پھل ہیں۔“ جیسا کہ ایک اور آیت کریمہ میں فرمایا: ﴿فِيهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٌ﴾ (الرحمن: ۵۲/۵۵) ”ان جنتوں میں تمام پھل دو دو اقسام کے ہوں گے۔“ ﴿وَمِنْهَا تَاْكُلُونَ﴾ یعنی تم ان مزے دار میوؤں اور لذیذ پھلوں کو چن چن کر کھاؤ گے۔ جنت کی نعمتوں کا ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے جہنم کے عذاب کا ذکر فرمایا۔

اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِي عَذَابٍ جَهَنَّمَ خَالِدُوْنَ ﴿٥٠﴾ لَا يَفْتَرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيْهِ

بلاشبہ مجرم لوگ عذاب جہنم ہی میں ہمیشہ رہیں گے ○ نہیں ہلکا کیا جائے گا ان سے وہ (عذاب) اور وہ اس میں

مُبْلِسُوْنَ ﴿٥١﴾ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظَّالِمِيْنَ ﴿٥٢﴾ وَنَادَوْا بِمِلْكِكَ

مایوس ہوں گے ○ اور نہیں ظلم کیا ہم نے ان پر اور لیکن تھے وہ خود ہی ظلم کرنے والے ○ اور پکاریں گے وہ اے مالک!

لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ط قَالَ اِنَّكُمْ مُّكْشَوْنَ ﴿٥٣﴾ لَقَدْ جِئْنَاكُمْ بِالْحَقِّ

چاہیے کہ فیصلہ (موت) صادر کر دے ہم پر تیرا رب وہ کہے گا بیشک تم (اس میں) ٹھہرنے والے ہو ○ البتہ تحقیق لائے ہم تمہارے پاس حق

وَلٰكِنْ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كِرْهُوْنَ ﴿٥٤﴾

لیکن اکثر تمہارے حق کو ناپسند کرنے والے ہی تھے ○

﴿إِنَّ الْمُجْرِمِينَ﴾ جنہوں نے کفر اور تکذیب کے جرم کا ارتکاب کیا ﴿فِي عَذَابٍ جَهَنَّمَ﴾ وہ جہنم کے عذاب میں مبتلا ہوں گے، عذاب انہیں ہر جانب سے گھیر لے گا۔ ﴿خَالِدُونَ﴾ وہ عذاب میں ہمیشہ رہیں گے اور کبھی اس عذاب سے باہر نہیں نکلیں گے۔ ﴿لَا يُفْتَرُ عَنْهُمْ﴾ ایک گھڑی کے لئے بھی انہیں عذاب سے چھٹکارا نہیں ملے گا، نہ تو عذاب ختم ہوگا اور نہ ہی اس میں نرمی ہوگی۔ ﴿وَهُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ﴾ یعنی وہ ہر بھلائی سے مایوس اور ہر خوشی سے ناامید ہوں گے۔ وہ اپنے رب کو پکاریں گے: ﴿رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْهَا فَإِنَّا ظَالِمُونَ﴾ ﴿قَالَ احْسَبُوا فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُونِ﴾ (المؤمنون: ۱۰۸، ۱۰۷، ۲۳) ”اے ہمارے رب ہمیں جہنم سے نکال لے، اگر ہم نے دوبارہ گناہ کیے تو ہم ظالم ہوں گے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اسی میں ذلیل و خوار ہو کر پڑے رہو اور مجھ سے کلام نہ کرو۔“ یہ عذاب عظیم ان کی بد اعمالیوں کا نتیجہ اور اس ظلم کی پاداش ہے جو انہوں نے اپنے آپ پر کیا۔ اللہ تعالیٰ ان پر ظلم نہیں کرتا اور نہ وہ کسی کو گناہ اور جرم کے بغیر سزا ہی دیتا ہے۔

﴿وَنَادُوا﴾ ”اور وہ پکاریں گے۔“ درآں حالیکہ وہ آگ میں ہوں گے، شاید کہ انہیں کوئی آرام ملے۔ ﴿يَمْلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْهِمَا رَبُّكَ﴾ ”اے مالک! تمہارا رب ہمارا کام تمام کر دے۔“ یعنی تیرا رب ہمیں موت دے دے تاکہ ہم عذاب سے آرام پائیں کیونکہ ہم شدید غم اور سخت عذاب میں مبتلا ہیں، ہم اس عذاب پر صبر کر سکتے ہیں نہ ہم میں اسے برداشت کرنے کی قوت ہے۔ ﴿قَالَ﴾ جب وہ جہنم کے داروغے ”مالک“ سے التماس کریں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ وہ انہیں موت عطا کر دے تو مالک جواب دے گا: ﴿إِنَّكُمْ مُكْشَوْنَ﴾ تم جہنم ہی میں رہو گے اور اس میں سے کبھی نہیں نکلو گے۔ انہیں ان کا مقصد حاصل نہیں ہوگا بلکہ انہیں ان کے مقصد کے بالکل الٹ جواب دیا جائے گا اور ان کے غم میں اور اضافہ ہو جائے گا۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ ان کے افعال بد پر زجر و توبیخ کرتے ہوئے فرمائے گا: ﴿لَقَدْ جِئْتَكُمْ بِالْحَقِّ﴾ ”بلاشبہ ہم تمہارے پاس حق لے کر آئے۔“ جو اس بات کا موجب تھا کہ تم اس کی اتباع کرتے اور اگر تم نے حق کی اتباع کی ہوتی تو فوز و سعادت سے بہرہ مند ہوتے ﴿وَلَكِنْ أَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كِرْهُونَ﴾ ”لیکن تم میں سے اکثر حق کو ناپسند کرتے رہے۔“ بنا بریں تم ایسی بدنیتی کا شکار ہو گئے کہ اس کے بعد کوئی سعادت نہیں۔

أَمْرٌ أَمْرًا فَإِنَّا مُبْرَمُونَ ﴿٩٩﴾ أَمْ يَحْسَبُونَ أَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ

بلکہ انہوں نے پختہ فیصلہ کیا ایک کام کا تو ہم بھی قطعی فیصلہ کر نوا لے ہیں ○ کیا وہ گمان کرتے ہیں کہ بلاشبہ ہم نہیں سنتے بھید انکا

وَنَجْؤُهُمْ ط بَلَىٰ وَرُسُلْنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُونَ ﴿١٠٠﴾

اور سرگوشی کرنا ان کا؟ کیوں نہیں اور ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) ان کے پاس لکھتے ہیں ○

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کیا حق کی تکذیب کرنے والوں اور اس سے عناد رکھنے والوں نے کوئی تدبیر کی

ہے؟ ﴿اَمْرًا﴾ یعنی انہوں نے حق کے خلاف سازش کی اور حق لانے والے کے خلاف چال چلی ہے تاکہ وہ ملع سازی سے باطل کو مزین کر کے اور دل چسپ بنا کر حق کو سرنگوں کریں۔ ﴿فَاَنَّا مُبِرِّمُونَ﴾ یعنی ہم بھی ایک بات کو محکم بنا رہے ہیں اور ایسی تدبیر کر رہے ہیں جو ان کی تدبیر پر غالب ہے اور اس کو توڑ کر باطل کر کے رکھ دے گی اور وہ اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ حق کو ثابت کرنے اور باطل کے ابطال کے لیے اسباب اور دلائل مقرر کر دیتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ﴾ (الانبیاء: ۱۸۱/۲۱) ”بلکہ ہم حق کو باطل پر دے مارتے ہیں تو حق باطل کا سر توڑ ڈالتا ہے۔“

﴿اَمْرٍ يَحْسَبُونَ﴾ کیا وہ اپنی جہالت اور ظلم کی بنا پر سمجھتے ہیں کہ ﴿اَنَا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ﴾ ہم اس بھید کو جسے وہ اپنی زبان پر نہیں لائے بلکہ ابھی وہ ان کے دلوں میں چھپا ہوا ہے سنتے نہیں۔ ﴿وَنَجْوَاهُمْ﴾ اور ان کی خفیہ بات چیت کو جو وہ سرگوشیوں میں کرتے ہیں؟ بنا بریں وہ معاصی کا ارتکاب کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان معاصی پر کوئی متابعت نہیں اور نہ ان باتوں کی سزا ہی ملے گی جو چھپی ہوئی ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: ﴿بَلَىٰ﴾ ”ہاں ہاں!“ ہم ان کے بھید اور ان کی سرگوشیوں کو جانتے ہیں ﴿وَرُسُلَنَا﴾ ”اور ہمارے قاصد۔“ یعنی با تکریم فرشتے ﴿لَدَيْهِمْ يَكْتُوبُونَ﴾ ان کے تمام اعمال کو لکھتے ہیں اور ان اعمال کو محفوظ رکھیں گے اور جب یہ لوگ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں گے تو وہ ان تمام اعمال کو موجود پائیں گے جو انہوں نے کئے تھے اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔

قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَانَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ﴿۱﴾ سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ

کہہ دیجئے: اگر ہو (اللہ) رحمان کی کوئی اولاد تو میں سب سے پہلے (اسکی) عبادت کرنے والا ہوں ○ پاک ہے رب آسمانوں

وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۲﴾ فَذَرُهُمْ يَخْضِبُوْا وَيَلْعَبُوْا

اور زمین کا اور رب عرش کا اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں ○ پس چھوڑ دیجئے انکو وہ الجھے رہیں (اپنے جہل میں) اور کھیلیں کودیں

حَتّٰی يُلَاقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِیْ یُوعَدُوْنَ ﴿۳﴾

یہاں تک کہ ملیں وہ اپنے اس دن کو جس کا وعدہ دیئے جاتے ہیں وہ ○

اے رسول مکرم! ان لوگوں سے کہہ دیجئے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دے رکھا ہے، حالانکہ وہ اکیلا اور

بے نیاز ہے جس نے کوئی بیوی بنائی نہ بیٹا اور نہ اس کا کوئی ہم سر ہی ہے ﴿قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَانَا

اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ﴾ ”کہہ دیجئے: اگر رحمن کے اولاد ہوتی تو میں سب سے پہلے عبادت کرنے والا ہوتا۔“ اس بیٹے کی

کیونکہ بیٹا اپنے باپ کا جزو ہوتا ہے میں تمام مخلوق میں ان تمام اومر پر عمل کرنے میں سب سے آگے ہوں جو اللہ

تعالیٰ کو محبوب ہیں مگر (تم دیکھ رہے ہو کہ) میں اس کا انکار کرنے والا پہلا شخص ہوں اور اس کی نفی کرنے میں سب

سے زیادہ سخت ہوں، پس اس سے اس مشرک کا نہ قول کا بطلان ثابت ہو گیا۔

جو لوگ انبیائے کرام کے احوال کو جانتے ہیں اور انھیں یہ معلوم ہے کہ انبیاء کامل ترین مخلوق ہیں، ہر بھلائی پر عمل کرنے اور اس کی تکمیل کے لئے وہ پیش پیش رہتے ہیں اور ہر برائی کو ترک کرنے، اس کا انکار کرنے اور اس سے دور رہنے میں، سب سے آگے ہیں تو ایسے لوگوں کے نزدیک یہ ایک بہت بڑی دلیل ہے۔ پس اگر رحمان کا کوئی بیٹا ہوتا تو محمد بن عبد اللہ ﷺ جو سب سے افضل رسول ہیں، اولین شخص ہوتے جو اس کی عبادت کرتے اور اس کی عبادت کرنے میں مشرکین آپ پر کبھی سبقت نہ لے جاسکتے۔

آیت کریمہ میں اس معنی کا احتمال ہے کہ اگر اللہ رحمان کی کوئی اولاد ہوتی تو میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا اولین شخص ہوتا اور اللہ تعالیٰ کے لئے میری عبادت یہ ہے کہ اس نے جس چیز کا اثبات کیا ہے میں اس کا اثبات کرتا ہوں اور جس چیز کی اس نے نفی کی ہے میں اس کی نفی کرتا ہوں، پس یہ قولی و اعتقادی عبادت ہے۔ اس سے لازم آتا ہے کہ اگر یہ بات حق ہوتی تو میں پہلا شخص ہوتا جو اس کا اثبات کرتا، لہذا اس سے اور عقل و نقل کے اعتبار سے مشرکین کے دعوے کا بطلان اور فساد معلوم ہو گیا۔

﴿سُبْحَنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ﴾ ”یہ جو کچھ بیان کرتے ہیں، آسمانوں اور زمین کا رب (اور) عرش عظیم کا رب اس سے پاک ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ شریک، معاون و مددگار اور اولاد وغیرہ ان تمام چیزوں سے پاک اور منزہ ہے جو مشرکین اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ ﴿فَلَزَهُمْ يَخْضُوْنَ وَيَلْعَبُوْنَ﴾ ”پس آپ انہیں چھوڑ دیں کہ وہ بے ہودہ کھیل کود میں لگے رہیں۔“ یعنی یہ باطل میں مبتلا ہو کر محال امور سے کھیلتے ہیں، ان کے علوم ضرر رساں ہیں ان میں کوئی نفع نہیں، وہ ایسے علوم میں بحث کرتے اور ان میں مشغول ہوتے ہیں جن کے ذریعے سے یہ لوگ حق اور دعوت کی مخالفت کرتے ہیں جو انبیاء و مرسلین لے کر آئے ہیں۔ ان کے اعمال محض اہو و لعب ہیں جو نفوس کا تزکیہ کرتے ہیں نہ ان سے معارف حاصل ہوتے ہیں۔ بنا بریں اللہ تعالیٰ نے انہیں اس انجام کی وعید سنائی ہے جس کا قیامت کے روز انہیں سامنا کرنا ہے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿حَتّٰی يُلْقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِیْ یُوْعَدُوْنَ﴾ ”حتیٰ کہ جس دن کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ اس کو دیکھ لیں۔“ تب انہیں معلوم ہوگا کہ انہیں اس میں کیا حاصل ہوا کہ وہ دائمی بدبختی اور ہمیشہ رہنے والے عذاب میں پھنس گئے ہیں۔

وَهُوَ الَّذِیْ فِی السَّمٰوٰتِ اِلٰهٌ وَفِی الْاَرْضِ اِلٰهٌ ط وَهُوَ الْحَكِیْمُ الْعَلِیْمُ ﴿۳۶﴾ وَتَبٰرَكَ

اور وہ وہ ہے جو آسمان میں بھی معبود ہے اور زمین میں بھی معبود اور وہ نہایت حکمت والا خوب جاننے والا ہے اور بہت بابرکت ہے

الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا ۚ وَعِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَاِلَیْہِ

وہ ذات جس کیلئے بادشاہی ہے آسمانوں اور زمین کی اور جو درمیان ہے ان دونوں کے اور اسی کے پاس ہے علم قیامت کا اور اسی کی طرف

تَرْجِعُونَ ﴿٨٥﴾ وَلَا يَسْأَلُكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنْ شَهِدَ

تم لوٹائے جاؤ گے ○ اور نہیں اختیار رکھتے وہ جن کو وہ پکارتے ہیں اس کے سوا سفارش کا، مگر وہ جس نے گواہی دی
بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿٨٦﴾ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ فَأَنَّى يُؤْفَكُونَ ﴿٨٧﴾ وَقِيلَ لَهُ يَرْبِّ إِنَّ هَؤُلَاءِ قَوْمٌ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٨٨﴾ فَاصْفَحْ

ساتھ حق کے اور وہ جانتے ہیں ○ اور اگر آپ سوال کریں ان سے کہ کس نے پیدا کیا انکو تو یقیناً ضرور وہ کہیں گے: اللہ نے! پس کہاں
وہ پھیرے جاتے ہیں؟ ○ قسم ہے اس (رسول) کے (یہ) کہنے کی کہ اے میرے رب! بلاشبہ یہ لوگ ہیں کہ نہیں ایمان لائیں گے ○ پس منہ پھیر لیجئے

عَنْهُمْ وَقُلْ سَلَامٌ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿٨٩﴾

ان سے اور کہہ دیجئے: سلام ہے! پس غمگین نہ رہو وہ جان لیں گے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ آسمانوں اور زمین میں وہ اکیلا ہی معبود ہے پس آسمان کی تمام مخلوق اور
زمین پر بسنے والے اہل ایمان اس کی عبادت و تعظیم کرتے ہیں، اس کے جلال کے سامنے سرنگوں اور اس کے کمال
کے محتاج ہیں۔ ﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمَوَاتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ﴾ (بنی اسرائیل: ۴۴/۱۷) ”ساتوں آسمان، زمین اور ان کے اندر جو بھی ہے، سب اس کی تسبیح
بیان کرتے ہیں اور ہر چیز اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح بیان کر رہی ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا﴾ (الرعد: ۱۵/۱۳) ”اور آسمانوں اور زمین کے تمام باسی چاہتے اور
ناچاہتے ہوئے اللہ ہی کے لئے سجدہ کرتے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ ہی معبود ہے، تمام مخلوق جس کی خوشی اور ناخوشی سے عبادت کرتی ہے۔ یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس
قول کے مانند ہے۔ ﴿وَهُوَ اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ وَفِي الْأَرْضِ﴾ (الأنعام: ۳/۱۶) یعنی اس کی الوہیت اور محبت
آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہ خود تمام مخلوق سے جدا اپنے عرش پر ہے، وہ اپنے جلال میں یکتا اور اپنے کمال
کے ساتھ بزرگی کا مالک ہے ﴿وَهُوَ الْحَكِيمُ﴾ ”اور وہ حکمت والا ہے۔“ جس نے اپنی مخلوق کو نہایت محکم طور پر
تخلیق کیا اور اپنی شریعت کو نہایت مہارت سے وضع کیا۔ اس نے جو چیز بھی پیدا کی کسی حکمت ہی کی بنا پر پیدا کی،
اس کا حکم کوئی و قدری، حکم شرعی اور حکم جزائی تمام تر حکمت پر مشتمل ہے۔ ﴿الْعَلِيمُ﴾ وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے، وہ ہر
بھید اور مخفی معاملے کو جانتا ہے عالم علوی اور عالم سفلی میں چھوٹی یا بڑی ذرہ بھر چیز بھی اس کی نظر سے اوجھل نہیں۔

﴿وَتَبَارَكَ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا﴾ ”اور بابرکت ہے وہ ذات جس کی آسمانوں،

زمین اور جو ان کے درمیان موجود ہے، سب پر حکومت ہے۔“ (تبارک) کا معنی ہے کہ وہ بہت بلند اور بہت بڑا
ہے، اس کی بھلائیاں بے شمار، اس کی صفات لامحدود اور اس کی سلطنت بہت عظیم ہے، بنا بریں فرمایا کہ اس کا

اقتدار آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان ہر چیز پر حاوی ہے، اس کا علم بہت وسیع ہے اور وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے حتیٰ کہ تمام امور غیب کا وہ اکیلا ہی علم رکھتا ہے جن کا علم کوئی نبی مرسل، کوئی مقرب فرشتہ اور مخلوق میں سے کوئی ہستی نہیں رکھتی، اس لئے فرمایا: ﴿وَعِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ یہاں افادہ حصر کے لئے ظرف کو مقدم رکھا ہے، یعنی اس کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کی گھڑی کب آئے گی؟ اس کا کامل اقتدار اور اس کی وسعت یہ ہے کہ وہ دنیا و آخرت کا مالک ہے۔ اس لئے فرمایا: ﴿وَالْبَاقِيَ تَرْجِعُونَ﴾ ”اور تم (آخرت میں) اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔“ اور وہ تمہارے درمیان عدل کے ساتھ فیصلہ کرے گا۔

یہ اس کا کامل اقتدار ہے کہ اس کی مخلوق میں سے کسی چیز کا کوئی ہستی کوئی اختیار نہیں رکھتی اور اس کی اجازت کے بغیر اس کے ہاں کوئی کسی قسم کی سفارش نہیں کر سکے گا، پس فرمایا: ﴿وَلَا يَمْلِكُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ الشَّفَاعَةَ﴾ یعنی انبیاء، فرشتوں اور دیگر لوگوں میں سے ایسی تمام ہستیاں جنہیں اللہ کے سوا پکارا جاتا ہے، وہ سفارش کا اختیار نہیں رکھتیں، وہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر سفارش نہیں کر سکیں گی اور صرف اسی کے حق میں سفارش کر سکیں گے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ راضی ہوگا۔

بنابریں فرمایا: ﴿إِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ﴾ یعنی جس نے دل سے حق کا اقرار کرتے ہوئے اور جس امر کی شہادت دی جا رہی ہے اس کا علم رکھتے ہوئے زبان سے حق کی شہادت دی اور اس شرط کے ساتھ کہ یہ شہادت حق کے ساتھ شہادت ہو اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کے لئے اس کی وحدانیت کی شہادت، اس کے رسولوں کے لئے ان کی نبوت و رسالت کی شہادت اور دین کے اصول و فروع، اس کے حقائق اور شرائع کی شہادت جنہیں لے کر وہ مبعوث ہوئے ہیں۔ پس یہی لوگ ہیں جن کے بارے میں سفارش کرنے والوں کی سفارش فائدہ دے گی اور یہی لوگ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات پائیں گے اور اس کا ثواب حاصل کریں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَكِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ﴾ یعنی اگر آپ مشرکین سے توحید ربوبیت کے بارے میں پوچھیں کہ اس کائنات کا خالق کون ہے تو وہ اقرار کریں گے کہ اللہ واحد جس کا کوئی شریک نہیں، اس کائنات کا خالق ہے۔ ﴿فَأَنَّى يُؤْفَكُونَ﴾ یعنی تب اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس اکیلے کے لئے اخلاص سے کہاں منہ موڑے جارہے ہیں۔ پس ان کا توحید ربوبیت کا اقرار، ان پر توحید الوہیت کے اقرار کو لازم ٹھہراتا ہے اور یہ شرک کے بطلان کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

﴿وَقِيلَ لِرَبِّ إِنْ هَؤُلَاءِ قَوْمٌ لَا يُمْنُونَ﴾ ”اور پیغمبر کا یہ کہنا کہ اے میرے رب! یقیناً یہ ایسے لوگ ہیں کہ ایمان نہیں لاتے۔“ یہ آیت کریمہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿وَعِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ ”اور اس کے پاس قیامت کا علم ہے۔“ پر معطوف ہے، یعنی رسول اللہ ﷺ کے آپ کی قوم کی طرف سے آپ کی تکذیب کے

وقت، اپنے رب کے پاس شکوہ کرتے ہوئے، نہایت حزن و غم اور اپنی قوم کے عدم ایمان پر نہایت حسرت کے ساتھ دعا کرنے پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس حال کا علم رکھتا ہے اور ان کو فوراً سزا دینے پر قادر ہے مگر وہ نہایت بردبار ہے وہ اپنے بندوں کو مہلت اور ڈھیل دیتا ہے۔

اس لئے فرمایا: ﴿فَاَصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلَامٌ﴾ ان کی طرف سے آپ کو جو قولی اور فعلی اذیت پہنچتی ہے اس پر ان سے درگزر کیجئے اور ان کو معاف کر دیجئے۔ آپ کی طرف سے ان کے لئے سلام ہی ہونا چاہیے جس کے ذریعے سے عقل مند اور اہل بصیرت جاہلوں کا مقابلہ کرتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کے بارے میں فرمایا: ﴿وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ﴾ (الفرقان: ۶۳/۲۵) ”جب ان سے جبلاء مخاطب ہوتے ہیں۔“ یعنی ایسا خطاب جو ان کی جہالت کے تقاضے پر پڑتا ہے ﴿قَالُوا سَلَامًا﴾ (الفرقان: ۶۳/۲۵) ”تو ان کو کہہ دیتے ہیں“ تمہیں سلام ہو۔“

پس رسول مصطفیٰ ﷺ نے اپنے رب کے حکم کی تعمیل کی اور آپ کی قوم نے آپ کو جو اذیتیں دیں ان کا عفو و درگزر کے ساتھ سامنا کیا اور آپ ان کے ساتھ صرف حسن سلوک اور حسن کلام سے پیش آئے۔ پس اللہ تعالیٰ کے درود و سلام ہوں اس مقدس ہستی پر جسے اللہ تعالیٰ نے خلق عظیم سے مختص فرمایا اور اس کے ذریعے سے زمین و آسمان کے رہنے والوں کو فضیلت بخشی اور آپ اس خلق عظیم کے ذریعے سے ستاروں سے زیادہ بلندیوں پر پہنچ گئے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ﴾ تو عنقریب انہیں اپنے گناہوں اور جرائم کا انجام معلوم ہو جائے گا۔

تَفْسِيرُ سُورَةِ الدَّحَّانِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شرعاً جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے)

سُورَةُ الدَّحَّانِ
(۱۳۱) مَكِّيَّةٌ (۱۳۱)

اُمِّیَّةٌ ۵۹
رُكُوْعًا ۳

حَمْدٌ ۱ وَالْكِتَابُ الْمُبِیْنُ ۲ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِیْنَ ۳

حَمْدٌ ۴ قَم ہے کتاب واضح کی ۵ بلاشبہ نازل کیا ہم نے اس کو ایک بابرکت رات میں بے شک ہم ہیں ڈرانے والے ۶
فِیْهَا یُفَرِّقُ كُلُّ اَمْرِ حَكِیْمٍ ۷ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِیْنَ ۸ رَحْمَةً ۹
اس (رات) میں فیصلہ کیا جاتا ہے ہر معاملے حکمت والے کا ۱۰ بطور حکم ہماری طرف سے بیشک ہم ہیں (رسول) بھیجنے والے ۱۱ رحمت

مِّنْ رَّبِّكَ ط اِنَّهُ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۱۲ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا

(مہربانی) سے آپ کے رب کی طرف سے بلاشبہ وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے ۱۳ رب ہے آسمانوں اور زمین کا اور (انکا) جو

وقفاً

بَيْنَهُمَا إِنْ كُنْتُمْ مُوقِنِينَ ④ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ رَبُّكُمْ وَرَبُّ
 اَلْعَرْشِ ⑤ اَلَّذِي يَمْلِكُ مَا فِي السَّمَاءِ وَآلِ السَّائِغَاتِ ⑥ اَلَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ⑦ اَلَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ⑧ اَلَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ⑨ اَلَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ⑩ اَلَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ⑪ اَلَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ⑫ اَلَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ⑬ اَلَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ⑭ اَلَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ⑮ اَلَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ⑯ اَلَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ⑰ اَلَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ⑱ اَلَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ⑲ اَلَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ⑳ اَلَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ㉑ اَلَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ㉒ اَلَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ㉓ اَلَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ㉔ اَلَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ㉕ اَلَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ㉖ اَلَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ㉗ اَلَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ㉘ اَلَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ㉙ اَلَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ㉚ اَلَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ㉛ اَلَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ㉜ اَلَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ㉝ اَلَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ㉞ اَلَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ㉟ اَلَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ㊱ اَلَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ㊲ اَلَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ㊳ اَلَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ㊴ اَلَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ㊵ اَلَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ㊶ اَلَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ㊷ اَلَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ㊸ اَلَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ㊹ اَلَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ㊺ اَلَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ㊻ اَلَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ㊼ اَلَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ㊽ اَلَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ㊾ اَلَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ ㊿ اَلَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ

وقفاً

وقفاً

یہ قرآن پر قرآن ہی کی قسم ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے کتاب مبین کی قسم کھائی جو ہر اس چیز کے لیے ہے جس کے بیان کی حاجت ہے۔ بے شک وہ اتاری گئی ہے ﴿فِي لَيْلَةٍ مُّبَرَكَةٍ﴾ یعنی خیر کثیر اور برکت والی رات میں، اس سے مراد لیلۃ القدر ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ یقیناً اللہ تبارک و تعالیٰ نے بہترین کلام کو سب راتوں اور دنوں سے افضل رات میں مخلوق میں سے افضل ہستی پر معززین اہل عرب کی زبان میں نازل فرمایا تاکہ اس کے ذریعے سے ان لوگوں کو ڈرائے جنہیں جہالت نے اندھا کر رکھا ہے اور بدبختی ان پر غالب آچکی ہے۔ پس وہ اس کے نور سے روشنی حاصل کریں، اس کی ہدایت کو اختیار کریں اور اس کے پیچھے چلیں، اس طرح انہیں دنیا و آخرت کی بھلائی حاصل ہوگی۔ اس لئے فرمایا: ﴿إِنَّا كُنَّا مُنذِرِينَ﴾ ﴿فِيهَا﴾ ”بے شک ہم لوگوں کو متنبہ کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ اس (فضیلت والی) رات میں۔“ جس میں قرآن نازل ہوا ﴿يَفْقَهُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ﴾ ”ہر حکمت والے کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔“ یعنی ہر حکم کا فیصلہ کیا جاتا اور تمیز کیا جاتا ہے، ہر کوئی وقدری اور شرعی حکم کو جس کا اللہ تعالیٰ فیصلہ فرماتا ہے لکھ لیا جاتا ہے۔ یہ کتابت اور تفریق و امتیاز جولیلۃ القدر کو ہوتی ہے، ان کتابت (لکھائیوں) میں سے ایک ہے جسے لکھا جاتا اور تمیز کیا جاتا ہے۔ وہ اولین کتاب کے مطابق ہوتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ مخلوقات کی تقدیر، ان کا وقت مقرر، ان کا رزق، ان کے اعمال اور ان کے اموال وغیرہ درج کر دیتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرشتے مقرر کر دیے ہیں کہ جو بندے پر گزرے گا وہ لکھ دیتے ہیں اور جب بندہ ماں

کے پیٹ سے باہر دنیا میں قدم رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر کرنا کا تین مقرر کر دیتا ہے جو اس کے اعمال لکھتے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ لیلۃ القدر کو سال بھر میں پیش آنے والے واقعات کو مقدر کر دیتا ہے۔ یہ سب اس کے کمال علم، کمال حکمت، اس کی بہترین حفاظت اور اپنی مخلوق کے ساتھ کامل اعتنا کی بنا پر ہے۔ ﴿أَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا﴾ یعنی حکمت سے لبریز یہ حکم، ہماری طرف سے صادر ہوتا ہے۔ ﴿إِنَّا لَنَّا مُرْسِلِينَ﴾ ہم رسول بھیجتے ہیں اور کتابیں نازل کرتے ہیں۔ یہ رسول، اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتے اور اس کی تقدیر سے باخبر کرتے ہیں۔ ﴿رَحْمَةً مِّنْ رَبِّكَ﴾ یعنی رسول بھیجتا اور کتابیں نازل کرنا آپ کے رب کی رحمت کی بنا پر ہے۔ ان کتابوں میں افضل ترین کتاب قرآن کریم ہے جو بندوں کے رب کی طرف سے بندوں پر رحمت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں پر اس سے بڑھ کر کوئی اور رحمت نہیں کہ وہ کتابوں اور رسولوں کے ذریعے سے انہیں ہدایت سے نوازتا ہے۔ دنیا و آخرت کی جس بھلائی سے بھی وہ بہرہ مند ہیں اس کا سبب اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی ہے ﴿إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ یعنی وہ تمام آوازوں کو سنتا ہے اور تمام ظاہری اور باطنی امور کو جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ بندوں کو اس کے رسولوں اور اس کی کتابوں کی ضرورت ہے۔ پس اس نے ان پر رحم کرتے ہوئے احسان فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہی حمد و ستائش اور احسان کا مالک ہے۔

﴿رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا﴾ ”جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے۔“ یعنی وہ آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے، ان کی تدبیر کرنے اور اپنی مشیت کے مطابق ان میں تصرف کرنے والا ہے۔ ﴿اِنْ كُنْتُمْ مُّوَقِنِينَ﴾ اگر تم اس کے بارے میں ایسا علم رکھتے ہو جو یقین کا فائدہ دیتا ہے۔ پس جان لو کہ مخلوقات کا رب ہی ان کا معبود برحق ہے۔ اس لئے فرمایا: ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ﴿يُنْجِي وَيُمِيتُ﴾ وہ اکیلا ہی زندگی عطا کرتا اور موت دیتا ہے۔ وہ تمہارے مرنے کے بعد تمہیں اکٹھا کرے گا اور تمہارے اعمال کی جزا و سزا دے گا۔ اگر اعمال اچھے ہوئے تو اچھی جزا ہوگی اور اگر اعمال برے ہوئے تو بری جزا ہوگی۔ ﴿رَبُّكُمْ وَ رَبُّ اٰبَاكُمْ الْاَوَّلِينَ﴾ یعنی وہ اولین و آخرین کا رب، نعمتوں کے ذریعے سے ان کی تربیت کرنے والا اور ان سے سختیوں کو دور کرنے والا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی ربوبیت اور الوہیت کا اثبات کرنے کے بعد جو کہ علم کامل کا موجب ہے اور شک کو دور کرتا ہے، فرمایا کہ کفار اس توضیح و تبیین کے باوجود ﴿فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ﴾ یعنی شکوک و شبہات میں مبتلا ہو کر ان مقاصد سے غافل ہیں جن کے لئے انہیں تخلیق کیا گیا ہے اور لہو و لعب میں مشغول ہیں جو انہیں نقصان کے سوا کچھ نہیں دیتے۔ ﴿فَاَنْتَقِبْ﴾ یعنی ان پر عذاب نازل ہونے کا انتظار کیجئے، یہ عذاب بہت قریب ہے اور اس کا

وقت آن پہنچا ہے ﴿يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ ۝ يَغْشَى النَّاسَ﴾ ”جس دن آسمان صریح دھواں لائے گا جو لوگوں پر چھا جائے گا۔“ یہ دھواں سب کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا اور ان سے کہا جائے گا: ﴿هَذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ یہ بہت دردناک عذاب ہے۔

اہل تفسیر میں اس بارے میں اختلاف ہے کہ اس دھواں سے کیا مراد ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ وہ دھواں ہے کہ جب مجرم جہنم کی آگ کے قریب پہنچیں گے تو یہ انہیں اپنی لپیٹ میں لے لے گا اور ان کو اندھا کر دے گا، نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو قیامت کے روز جہنم کے عذاب کی وعید سنائی ہے اور نبی اکرم ﷺ کو حکم دیا ہے کہ وہ ان کے ساتھ اس دن کا انتظار کریں۔ اس تفسیر کی اس بات سے تائید ہوتی ہے کہ قرآن کا طریقہ یہ ہے کہ وہ قیامت کے روز کے بارے میں کفار کو وعید سناتا ہے اور اس روز کے عذاب سے انہیں ڈراتا ہے۔ رسول ﷺ اور مومنین کو تسلی دیتے ہوئے ان کو تکلیفیں پہنچانے والے کفار کے بارے میں انتظار کا حکم دیتا ہے، نیز اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں فرمایا: ﴿أَنَّى لَهُمُ الذِّكْرَىٰ وَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مُّبِينٌ﴾ ”اس وقت ان کو نصیحت کہاں مفید ہوگی جب کہ ان کے پاس واضح رسول پہنچ چکے۔“ یہ ارشاد کفار کو قیامت کے روز اس وقت سنایا جائے گا، جب وہ دنیا میں دوبارہ بھیجے جانے کی درخواست کریں گے لہذا ان سے کہا جائے گا کہ دنیا میں لوٹ جانے کا وقت گزر چکا ہے۔

اس کی تفسیر میں دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ عذاب ہے جو کفار قریش پر اس وقت نازل ہوا جب انہوں نے ایمان لانے سے انکار کر دیا اور حق کے مقابلے میں تکبر کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لئے بدو دعا فرمائی ((اللَّهُمَّ اجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ سَبِينًا كَسَبِينِ يُوْسُفَ)) ”اے اللہ! ان پر قحط سالی فرما جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں قحط کے سال تھے“ ① پس اللہ تعالیٰ نے ان پر بہت بڑا قحط بھیجا یہاں تک کہ وہ مردار اور ہڈیاں کھانے پر مجبور ہو گئے اور ان کی یہ حالت ہو گئی کہ انہیں آسمان اور زمین کے درمیان دھواں سا نظر آتا تھا، حالانکہ دھواں نہیں تھا۔ یہ کیفیت بھوک کی شدت کی وجہ سے تھی۔

تب اس تفسیر کے مطابق اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ﴾ سے مراد یہ ہے کہ جو وہ مشاہدہ کریں گے وہ ان کی بصارت کی نسبت سے ہوگا وہ حقیقت میں دھواں نہیں ہوگا۔ ان پر یہی حالت طاری رہی یہاں تک کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے رحم کی بھیک مانگتے ہوئے درخواست کی کہ وہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ ان سے اس قحط کو دور کر دے پس اللہ تعالیٰ نے اس قحط کو ہٹا دیا۔

① صحیح البخاری، الأدب، باب تسمیة الولید، حدیث: ۶۲۰۰ و صحیح مسلم، صفات المنافقین، باب

تب اس تفسیر کے مطابق اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿إِنَّا كَاشِفُو الْعَذَابِ قَلِيلًا إِنَّكُمْ عَائِدُونَ﴾ ”ہم تھوڑے دنوں کے لیے عذاب ٹال دیتے ہیں مگر تم پھر (کفر کی طرف) لوٹ آتے ہو۔“ میں اس بات کی خبر ہے کہ اللہ تعالیٰ عنقریب تم سے اس عذاب کو ہٹا دے گا اور یہ ان کے تکبر اور تکذیب کے رویہ کو دوبارہ اختیار کرنے پر سخت وعید ہے، نیز اس عذاب کے وقوع کی پیش گوئی ہے۔ پس یہ عذاب واقع ہوا اور اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ وہ عنقریب انہیں ایک زبردست عذاب کی گرفت میں لے گا اور (بعض) اہل علم کا خیال ہے کہ اس سے مراد جنگ بدر ہے۔ یہ قول بظاہر محل نظر ہے۔

ایک رائے یہ بھی ہے کہ یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے کہ آخری زمانے میں ایک دھواں لوگوں کو اپنی گرفت میں لے لے گا اور وہ سانس نہیں لے سکیں گے مگر اہل ایمان کو دھواں بس عام دھوئیں کی طرح تکلیف دے گا۔

پہلا قول صحیح تفسیر ہے۔

آیات کریمہ ﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُحَانٍ مُّبِينٍ ۝ يَغْشَى النَّاسَ هَذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ ۝ أَتَى لَهُمُ الذِّكْرَىٰ وَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مُّبِينٌ ۝ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوا مُعَلَّمٌ مَّجْنُونٌ﴾ میں اس امر کا بھی احتمال موجود ہے کہ یہ سب کچھ قیامت کے روز واقع ہوگا۔ اور رہا اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی: ﴿إِنَّا كَاشِفُو الْعَذَابِ قَلِيلًا إِنَّكُمْ عَائِدُونَ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَىٰ إِنَّا مُنتَقِمُونَ﴾ تو یہ ان واقعات کی طرف اشارہ ہے جو قریش کو پیش آئے۔ جیسا کہ گزشتہ سطور میں گزر چکا ہے۔

جب ان آیات کریمہ کو ان دونوں معنی پر محمول کیا جائے تو آپ آیات کے الفاظ میں کوئی ایسی چیز نہیں پائیں گے جو اس سے مانع ہو بلکہ آپ ان کے الفاظ کو ان معانی کے پوری طرح مطابق پائیں گے، میرے نزدیک یہی معنی ظاہر اور رائج ہے۔ وَاللَّهِ أَغْلَمُ.

وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَاءَهُمْ رَسُولٌ كَرِيمٌ ۝ أَنْ أَدَّوْا

اور البتہ تحقیق آزمایا ہم نے ان سے پہلے قوم فرعون کو اور آیا (تھا) انکے پاس رسول معزز ۝ (اس نے فرعون سے کہا) یہ کہ حوالے کر دو

إِلَىٰ عِبَادِ اللَّهِ ط إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ۝ وَأَنْ لَا تَعْلُوا عَلَى اللَّهِ ۚ إِنِّي

میرے اللہ کے بندوں کو بے شک میں تمہارے لیے رسول ہوں امانت دار ۝ اور یہ کہ نہ سرکشی کرو تم مقابل اللہ کے بلاشبہ میں

أَتِيكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ ۝ وَإِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ أَنْ تَرْجُمُون ۝

لاتا ہوں تمہارے پاس دلیل واضح ۝ اور بیشک پناہ لی ہے میں نے اپنے رب اور تمہارے رب کی اس بات سے کہ تم سنگسار کرو مجھے ۝

وَأِنْ لَّمْ تُوْمِنُوا بِي فَاَعْتَرِزُونِ ۝۱۱ فَدَعَارِبَكُمْ أَنْ هَؤُلَاءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُونَ ۝۱۲
 اور اگر تم نہیں ایمان لاتے تم میری بات پر تو الگ ہو جاؤ تم مجھ سے ۝۱۱ پس پکارا اس نے اپنے رب کو کہ بلاشبہ یہ لوگ تو مجرم ہیں ۝
 فَاسْرِ بِعِبَادِي لَيْلًا إِنَّكُمْ مُّتَّبِعُونَ ۝۱۳ وَاتْرِكِ الْبَحَرَ دَهْوَاطٍ إِنَّهُمْ جُنْدٌ
 (حکم ہوا) پس لے چل میرے بندوں کو رات کے وقت پیشک تم پیچھا کیے جاؤ گے ۝ اور چھوڑ دے سمندر کو تھما ہوا بلاشبہ وہ لشکر ہیں
 مُّغْرَقُونَ ۝۱۴ كَمْ تَرَكُوا مِنْ جَنَّاتٍ وَ عُيُونٍ ۝۱۵ وَ زُرُوعٍ وَ مَقَامٍ كَرِيمٍ ۝۱۶
 کہ غرق کئے جائیں گے وہ (اس میں) ۝ کتنے ہی چھوڑ گئے وہ باغات اور چشمے ۝ اور کھیتیاں اور محل عمدہ ۝
 وَ نَعْمَةٍ كَانُوا فِيهَا فَاكِهِينَ ۝۱۷ كَذَلِكَ قَدْ وَ أَوْرَثْنَاهَا قَوْمًا آخَرِينَ ۝۱۸
 اور سامان راحت کہ تھے وہ ان میں عیش و عشرت کی زندگی گزارنے والے ۝ اسی طرح ہوا اور وارث کر دیا ہم نے انکا ایک دوسری قوم کو ۝
 فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَ الْأَرْضُ وَ مَا كَانُوا مُنْظَرِينَ ۝۱۹ وَ لَقَدْ نَجَّيْنَا
 پس نہ روئے ان پر آسمان اور زمین اور نہ تھے وہ مہلت دیئے گئے ۝ اور البتہ تحقیق نجات دی ہم نے
 بَنِي إِسْرَءِيلَ مِنَ الْعَذَابِ الْبُهِينِ ۝۲۰ مِنْ فِرْعَوْنَ ط إِنَّهُ كَانَ عَلِيًّا
 بنی اسرائیل کو عذاب رسوا کن سے ۝ (یعنی) فرعون سے بلاشبہ تھا وہ ایک سرکش
 مِّنَ الْمُسْرِفِينَ ۝۲۱ وَ لَقَدْ اخْتَرْنَاهُمْ عَلَىٰ عِلْمٍ عَلَى الْعَالَمِينَ ۝۲۲
 حد سے تجاوز کرنے والوں میں سے ۝ اور تحقیق پسند کیا ہم نے ان کو اپنے علم پر اوپر جہانوں کے ۝
 وَ اتَيْنَاهُمْ مِّنَ الْآيَاتِ مَا فِيهِ بَلَاءٌ مُّبِينٌ ۝۲۳

اور دی (تھیں) ہم نے ان کو نشانیاں وہ کہ ان میں تھی آزمائش صریح ۝

رسول مصطفیٰ محمد ﷺ کی تکذیب کرنے والوں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ گزشتہ زمانوں میں بھی جھٹلانے والے موجود تھے اور ان کا قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ذکر فرمایا، نیز اس عذاب کا ذکر فرمایا جو اللہ تعالیٰ نے ان پر نازل کیا تاکہ جھٹلانے والے اپنے اس رویے سے باز آ جائیں فرمایا: ﴿وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ﴾ یعنی ہم نے اپنے رسول کریم حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو ان کی طرف مبعوث کر کے انھیں آزمایا جن میں بھلائی اور مکارم اخلاق بدرجہ اتم موجود تھے جو کسی اور میں موجود نہ تھے۔

﴿أَنْ أَدُّوا إِلَيَّ عِبَادَ اللَّهِ﴾ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کے سرداروں سے کہا ”اللہ کے بندوں کو میرے حوالے کر دو۔“ اس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مراد بنی اسرائیل تھے، یعنی بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دو اور اپنے بدترین عذاب سے انہیں رہائی دے دو، کیونکہ بنی اسرائیل میرا قبیلہ ہے اور اپنے زمانے میں یہ افضل ترین لوگ ہیں۔ تم نے ان کو ناحق غلام بنا کر ان پر ظلم روا رکھا ہوا ہے۔ ان کو آزادی دے دو تاکہ یہ اپنے

رب کی عبادت کریں۔ ﴿إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ﴾ میں رب کائنات کی طرف سے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں اور جو پیغام میرے ذریعے سے بھیجا گیا ہے میں اس پر امین ہوں، میں اس میں سے تم سے کچھ نہیں چھپاتا، میں اس میں کچھ اضافہ کرتا ہوں نہ اس میں کمی کرتا ہوں اور یہ چیز کامل اطاعت کی موجب ہے۔ ﴿وَأَنْ لَا تَعْلُوا عَلَى اللَّهِ﴾ ”اور اللہ کے مقابلے میں سرکشی نہ کرو۔“ تکبر و استکبار سے اللہ تعالیٰ کی عبادت سے اپنے آپ کو بلند نہ سمجھو اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ تکبر سے پیش نہ آؤ۔ ﴿إِنِّي أَنَا إِلَهُكُمْ بِسُلْطَنِ مُبِينٍ﴾ ”بے شک میں تمہارے پاس ایک واضح دلیل لے کر آیا ہوں۔“ اس سے مراد وہ بڑے بڑے معجزات اور وہ زبردست اور ناقابل تردید دلائل ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام لے کر تشریف لائے۔

انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کی اور ان کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ لیتے ہوئے کہا: ﴿إِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ أَنْ تَرْجُونِي﴾ یعنی میں اس بات سے اپنے اور تمہارے رب کی پناہ مانگتا ہوں کہ تم بدترین طریقے، یعنی رجم کے ذریعے سے مجھے قتل کرو۔ ﴿وَأِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوا لِي فَأَعْتَزِلُونِ﴾ ”اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو مجھ سے الگ رہو۔“ یعنی تمہارے لئے تین راستے ہیں:

(۱) مجھ پر ایمان لے آؤ اور یہی تم سے میرا مطلوب و مقصود ہے۔

(۲) اگر مجھے تم سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوتا تو مجھے میرے حال پر چھوڑ دو، تم میری مخالفت کرو نہ میری تائید کرو مجھ سے اپنے شر کو دور رکھو۔

(۳) پس ان کفار سے پہلا اور دوسرا مقصد حاصل نہ ہوا بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں سرکشی ہی کرتے رہے اور اس کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف جنگ نہ چھوڑی اور نہ ان کی قوم بنی اسرائیل کو ان کے ساتھ روانہ کیا۔

﴿فَدَعَا رَبَّهُ أَنَّ هَؤُلَاءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُونَ﴾ ”انہوں نے اپنے رب سے دعا کی کہ یہ مجرم لوگ ہیں۔“ انہوں نے ایسے جرم کا ارتکاب کیا ہے جو فوری سزا کا موجب ہے۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی قوم کا حال بیان کیا اور زبان حال کے ذریعے سے یہ دعا کی جو کہ زبان مقال سے زیادہ بلیغ ہے جیسا کہ خود اپنے لیے (زبان مقال سے) یہ دعا کی تھی: ﴿رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ﴾ (القصص: ۲۴/۲۸) ”اے میرے رب! جو بھلائی تو مجھ پر نازل کرے میں اس کا محتاج ہوں۔“ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اس کے بندوں کو لے کر راتوں رات نکل جائیں اور یہ بھی بتا دیا کہ فرعون اور اس کی قوم ان کا پیچھا کرے گی۔

﴿وَاَثْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا﴾ ”سمندر کو اس کے حال پر کھلا (ساکن) چھوڑ دے۔“ یہ واقعہ اس طرح ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق بنی اسرائیل کو لے کر رات کے وقت نکل پڑے اور فرعون نے ان کا تعاقب کیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ سمندر پر اپنا عصا ماریں، انہوں نے سمندر پر اپنا عصا مارا تو سمندر میں بارہ راستے بن گئے اور سمندر کا پانی ان راستوں کے مابین پہاڑوں کے مانند کھڑا ہو گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم سمندر میں سے گزر گئی۔ جب بنی اسرائیل سمندر سے باہر نکل آئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ سمندر کو اسی طرح اس کے حال پر چھوڑ دیں، تاکہ فرعون اور اس کے لشکر ان راستوں میں داخل ہو جائیں۔ ﴿اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُونَ﴾ ”یقیناً وہ ایسا لشکر ہے جو غرق کر دیا جائے گا۔“

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم مکمل طور پر سمندر سے باہر نکل آئی اور فرعون کے لشکر سب کے سب سمندر میں داخل ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے سمندر کو حکم دیا کہ وہ اپنی موجوں کے ذریعے سے ان کو اپنی لپیٹ میں لے لے۔ وہ آخری آدمی تک سب غرق ہو گئے اور دنیاوی مال و متاع چھوڑ گئے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اس کا وارث بنادیا جو ان کے غلام بن کر رہ رہے تھے۔

بنابریں فرمایا: ﴿كَمْ تَرَكُوا مِنْ جَنَّاتٍ وَ عُيُونٍ ۚ وَ زُرُوعٍ ۚ وَ مَقَامِرٍ كُنُوزٍ ۙ وَ نَعْمَةٍ كَانُوا فِيهَا فُكِهَيْنَ ۙ كَذٰلِكَ ۙ وَ اَوْرَثْنٰهَا﴾ ”وہ بہت سے باغ اور چشمے چھوڑ گئے اور کھیتیاں اور عمدہ نفیس مکان اور آرائش کے سامان جن میں وہ مزے سے رہتے تھے، یہ بات اسی طرح ہے اور ہم نے اس کا وارث بنایا۔“ یعنی اس مذکورہ نعمت کا ﴿قَوْمًا اٰخَرَيْنَ﴾ ”دوسرے لوگوں کو۔“ ایک دوسری آیت کریمہ میں آتا ہے: ﴿كَذٰلِكَ ۙ وَ اَوْرَثْنٰهَا بَنِيۤ اِسْرَآءِیْلَ﴾ (الشعراء: ۵۹/۲۶) ”اسی طرح ہم نے بنی اسرائیل کو ان چیزوں کا وارث بنادیا۔“ ﴿فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَ الْاَرْضُ﴾ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر کے نیست و نابود کر دیا تو ان پر آسمان رویانہ زمین، یعنی ان کے لئے کسی نے حزن و غم کا اظہار کیا نہ ان کی جدائی پر کسی کو افسوس ہوا بلکہ ان کی ہلاکت اور بربادی پر سب خوش ہوئے حتیٰ کہ زمین و آسمان نے بھی مسرت کا اظہار کیا کیونکہ انہوں نے اپنے پیچھے ایسے کر تو ت چھوڑے ہیں جو ان کے چہروں کو سیاہ کرتے ہیں اور ان پر لعنت اور لوگوں کی ناراضی کا موجب ہیں۔ ﴿وَمَا كَانُوا مُنظَرَيْنَ﴾ یعنی عذاب کو ٹال کر ان کو مہلت نہ دی گئی بلکہ اسی وقت ان کو نیست و نابود کر دیا گیا۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر اپنے احسان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيۤ اِسْرَآءِیْلَ مِنَ الْعَذَابِ الْهُمَيْنِ﴾ ”اور ہم نے بنی اسرائیل کو ذلت کے عذاب سے نجات دی۔“ جس میں وہ مبتلا تھے۔ ﴿مِنْ فِرْعَوْنَ﴾ ”فرعون سے۔“ جبکہ فرعون ان کے بیٹوں کو ذبح کرتا تھا اور ان کی بیٹیوں کو چھوڑ دیتا تھا۔ ﴿اِنَّهٗ كَانَ عَلِيًّا﴾ بلاشبہ وہ زمین میں ناحق تکبر کرتا تھا۔ ﴿مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ﴾ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز

کرنے والوں اور اس کے محارم کے ارتکاب کی جسارت کرنے والوں میں سے تھا۔ ﴿وَلَقَدْ اخْتَرْنَاهُمْ﴾ اور ہم نے انہیں پاک صاف کر کے چن لیا۔ ﴿عَلَىٰ عِلْمٍ﴾ ان کے متعلق اپنے علم کی بنا پر اور اس فضیلت کے لئے ان کے استحقاق کی بنا پر ﴿عَلَى الْعَالَمِينَ﴾ اپنے زمانے، اپنے سے پہلے اور بعد کے زمانے کے تمام لوگوں پر، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ امت محمدیہ کو لے آیا اور اس کو تمام جہانوں پر فضیلت دی، اسے بہترین امت قرار دیا جو تمام دنیا کی راہنمائی کے لئے کھڑی کی گئی اور اللہ تعالیٰ نے ان پر وہ احسانات کئے جو دوسروں پر نہ کئے۔

﴿وَاتَيْنَاهُمْ﴾ اور ہم نے بنی اسرائیل کو عطا کئے ﴿قِنَ الْآيَاتِ﴾ بڑے واضح معجزات اور ظاہری نشانیاں ﴿مَا فِيهِ بَلَاءٌ مُّبِينٌ﴾ ”جن میں صاف اور صریح آزمائش تھی۔“ یہ ہماری طرف سے ان پر بہت بڑا احسان اور ان کے نبی موسیٰ علیہ السلام جو کچھ ان کے پاس لے کر آئے ہیں اس پر ایک دلیل ہے۔

إِنَّ هَؤُلَاءِ لَيَقُولُونَ ﴿٢٥﴾ إِنْ هِيَ إِلَّا مَوْتَتُنَا الْأُولَىٰ وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِينَ ﴿٢٦﴾
 بلاشبہ یہ لوگ البتہ کہتے ہیں ○ نہیں ہے یہ مگر مرنا ہمارا پہلا ہی اور نہیں ہم دوبارہ اٹھائے جائیں گے ○
 فَاتُّوا بِأَبَائِنَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٢٧﴾ أَهْمُ خَيْرٌ أَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ ﴿٢٨﴾
 پس لے آؤ تم ہمارے باپ دادوں کو اگر ہوتے سچے ○ کیا وہ بہتر ہیں یا قوم تبع

وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ أَهْلَكْنَاهُمْ إِنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ ﴿٢٩﴾
 اور وہ لوگ جو ان سے پہلے ہوئے؟ ہلاک کر دیا ہم نے ان کو بلاشبہ تھے وہ مجرم لوگ ○

اللہ تبارک و تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے: ﴿إِنَّ هَؤُلَاءِ﴾ بے شک یہ جھٹلانے والے لوگ، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے اور قیامت کو بہت بعید سمجھتے ہوئے کہتے ہیں: ﴿إِنْ هِيَ إِلَّا مَوْتَتُنَا الْأُولَىٰ وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِينَ﴾ ”یہ ہماری بس پہلی بار کی موت ہے اور ہم دوبارہ اٹھائے نہیں جائیں گے۔“ یعنی یہ ہماری صرف دنیا ہی کی زندگی ہے، مرنے کے بعد دوبارہ اٹھایا جائے گا نہ جنت اور جہنم کا کوئی وجود ہے۔ پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں گستاخی کرتے ہوئے اور اسے عاجز سمجھتے ہوئے کہا: ﴿فَاتُّوا بِأَبَائِنَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾ ”پس اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادا کو زندہ کر لاؤ۔“ یہ عناد پسند جہلاء کا مطالبہ تھا جو بہت دور کی کوڑی لائے تھے۔ بھلا! رسول کریم ﷺ کی صداقت اور ان جہلاء کے آباء و اجداد کو زندہ کر کے ان کے سامنے لانے میں کون سا تلازم ہے؟ آپ کی دعوت کی صداقت پر آیات و دلائل ہر لحاظ سے نہایت تواتر سے دلالت کرتے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿أَهْمُ خَيْرٌ﴾ ”کیا یہ بہتر ہیں؟“ یعنی یہ مخاطبین ﴿أَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ أَهْلَكْنَاهُمْ إِنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ﴾ ”یا قوم تبع اور وہ لوگ جو ان سے پہلے ہو چکے۔ ہم نے انہیں ہلاک کر دیا بے شک وہ مجرم تھے۔“ پس یہ لوگ قوم تبع وغیرہ سے بہتر نہیں، یہ بھی جرم کے ارتکاب میں ان کے شریک ہیں۔ پس یہ بھی اس ہلاکت کی توقع رکھیں جو ان کے جرم شریک بھائیوں پر واقع ہوئی تھی۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لِعَيْنٍ ۖ ﴿٣٨﴾ مَا خَلَقْنَاهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ

اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو ان کے درمیان میں ہے کھیتے ہوئے نہیں پیدا کیا ہم نے ان دونوں کو مگر ساتھ حق (ایک مقصد) کے

وَلَكِنْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۖ ﴿٣٩﴾ إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيقَاتُهُمْ أَجْعِينَ ۖ ﴿٤٠﴾ يَوْمَ

اور لیکن اکثر ان میں سے نہیں جانتے ۝ بلاشبہ دن فیصلے کا ٹھہرایا ہوا وقت ہے انکا سب کا ۝ اس دن

لَا يُغْنِي مَوْلًى عَنْ مَوْلًى شَيْئًا وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ ۖ ﴿٤١﴾ إِلَّا

نہیں کام آئے گا کوئی دوست کسی دوست کے کچھ بھی اور نہ وہ مدد کیے جائیں گے ۝ مگر

مَنْ رَحِمَ اللَّهُ ط إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۖ ﴿٤٢﴾

جس پر رحم کیا اللہ نے بلاشبہ وہ بڑا زبردست بہت رحم کرنے والا ہے ۝

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ اور حکمت تامہ کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو کھیل تماشے کے طور پر، عبث اور بے فائدہ پیدا نہیں کیا، نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو حق کے ساتھ پیدا کیا، ان کا پیدا کرنا ہی حق ہے اور ان کی پیدائش حق ہی پر مشتمل ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کو اس لئے وجود بخشا ہے تاکہ وہ اللہ واحد کی عبادت کریں تاکہ وہ اپنے بندوں کو حکم دے اور منع کرے، ان کو ثواب عطا کرے اور سزا دے۔ ﴿وَلَكِنْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾ ”لیکن ان سب میں سے اکثر نہیں جانتے۔“ اس لئے انہوں نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں کبھی غور و فکر نہیں کیا۔ ﴿إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ﴾ ”بے شک فیصلے کا دن۔“ اس سے مراد قیامت کا دن ہے جب اللہ اولین و آخرین اور اختلاف کرنے والوں کے درمیان فیصلہ کرے گا ﴿مِيقَاتُهُمْ أَجْعِينَ﴾ یعنی تمام خلافت کے لئے ایک وقت مقرر ہے اس وقت میں اللہ تعالیٰ سب کو جمع کرے گا، ان کو اور ان کے اعمال کو اپنے سامنے حاضر کرے گا اور ان کو ان کے اعمال کی جزا و سزا دے گا۔

اس دن کوئی رشتہ دار اپنے کسی رشتہ دار کے کام آئے گا نہ کوئی دوست کسی دوست کے کام آئے گا ﴿وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ﴾ ”اور نہ انہیں کہیں سے کوئی مدد ملے گی۔“ نہ ان کو اللہ کے عذاب سے بچایا جاسکے گا کیونکہ مخلوق میں سے کوئی ہستی کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتی۔ ﴿إِلَّا مَنْ رَحِمَ اللَّهُ إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ﴾ ”مگر جس پر اللہ مہربانی کرے، وہ تو غالب، مہربان ہے۔“ پس یہی لوگ ہوں گے جو فائدہ اٹھائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بلند مراتب پر فائز ہوں گے جس کو انہوں نے دنیا کے اندر مراتب کے حصول کا سبب بنایا اور اس کے لئے پوری کوشش کی، پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّ شَجَرَتَ الرَّقُومِ ۖ ﴿٤٣﴾ طَعَامُ الْإِثْمِ ۖ ﴿٤٤﴾ كَالْهَلِیْلِ یَغْلِي فِي الْبُطُونِ ۖ ﴿٤٥﴾

بلاشبہ درخت تھوہر کا ۝ کھانا ہے گناہ گار کا ۝ مانند گھلے ہوئے تانبے کے کھولے گا وہ پیٹوں میں ۝

كَغَلَى الْحَمِيمِ ۝ خُذُوهُ فَاعْتِلُوهُ إِلَى سَوَاءِ الْجَحِيمِ ۝ ثُمَّ صُبُّوا فَوْقَ
 رَأْسِهِ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيمِ ۝ ذُقْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ ۝
 اس کے سر کے عذاب تیز گرم پانی کا ۝ (کہا جائے گا): چکھ! بے شک تو (اپنے خیال میں) بڑا معزز مکرّم تھا ۝

إِنَّ هَذَا مَا كُنْتُمْ بِهِ تَمْتَرُونَ ۝

بلاشبہ یہ (عذاب) وہ ہے کہ تھے تم اس کی بابت شک کرتے ۝

جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے قیامت کا ذکر فرمایا، نیز یہ بھی واضح فرمایا کہ اس دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کرے گا تو اس کے بعد فرمایا کہ بندے دو گروہوں میں تقسیم ہوں گے، ان میں سے ایک فریق جنت میں جائے گا اور ایک گروہ جہنم میں اور جہنم میں جانے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر اور معاصی کا ارتکاب کیا اور ﴿إِنَّ﴾ ”بے شک۔“ ان کا کھانا ﴿شَجَرَتِ الزَّقْوَمِ﴾ ”زقوم کا درخت ہوگا۔“ جو بدترین اور سب سے گندا درخت ہے۔ اس درخت کا ذائقہ ﴿كَالْهَيْلِ﴾ بدبودار پیپ کے مانند ہے جس کی بو اور ذائقہ انتہائی گندا اور وہ سخت گرم ہوگا۔ وہ ان کے پیٹوں میں اس طرح جوش کھائے گا ﴿كَغَلَى الْحَمِيمِ﴾ ”جس طرح کھولتا ہوا پانی جوش کھاتا ہے۔“

عذاب میں گرفتار مجرم سے کہا جائے گا: ﴿ذُقْ﴾ اس دردناک عذاب اور بدترین سزا کا مزا چکھ ﴿إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ﴾ ”تو اپنے آپ کو بڑا معزز اور شریف سمجھتا تھا۔“ یعنی تو اپنے زعم کے مطابق بہت زبردست اور طاقتور تھا اور سمجھتا تھا کہ تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جائے گا اور تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنے آپ کو بہت باعزت سمجھتے ہوئے خیال کرتا تھا کہ وہ تجھے عذاب میں مبتلا نہیں کرے گا۔ آج تجھ پر واضح ہو گیا کہ تو انتہائی ذلیل و رسوا ہے۔ ﴿إِنَّ هَذَا﴾ بے شک یہ عذاب عظیم وہ ہے ﴿مَا كُنْتُمْ بِهِ تَمْتَرُونَ﴾ جس کے بارے میں تم شک کیا کرتے تھے، اب تمہیں اس کے بارے میں حق یقین حاصل ہو گیا۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي مَقَامٍ أَمِينٍ ۝ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ۝ يَلْبَسُونَ مِنْ

بے شک متقین امن چین کی جگہ میں ہوں گے ۝ باغات میں اور چشموں میں ۝ پہنیں گے وہ
 سُندُسٍ وَاسْتَبْرَقٍ مُّتَقْبِلِينَ ۝ كَذَلِكَ وَزَوَّجْنَاهُمْ بِحُورٍ عِينٍ ۝
 باریک ریشم اور گاڑھا ریشم آنے سانسے بیٹھے ہوئے ۝ اسی طرح ہوگا اور بیویاں بنادی گئے ہم ان کی موتی آنکھوں والی حوروں کو ۝

يَذْعُونَ فِيهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ أَمْنِيْنٍ ۝ لَا يَذْءُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا

طلب کریں گے وہ اس میں ہر قسم کا پھل اطمینان سے ۝ نہیں پکھیں گے وہ اس میں موت (کی تلخی) سوائے

اَلْمَوْتَةُ الْاُولٰٓئِیْ ۚ وَوَقَّهْمُ عَذَابَ الْجَحِیْمِ ﴿۵۸﴾ فَضَلًا مِّنْ رَّبِّكَ ط

پہلی موت (کی تلخی) کے اور بچایا اس (اللہ) نے انکو عذاب دوزخ سے ○ فضل کی وجہ سے آپ کے رب کی طرف سے

ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۵۹﴾ فَاَتَمَّا یَسْرُنْہٗ بِلسَانِكَ لَعَلَّہُمْ

یہی ہے کامیابی بڑی ○ پس بلاشبہ ہم نے آسان کر دیا اس (قرآن) کو آپ کی زبان میں تاکہ وہ

یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۶۰﴾ فَارْتَقِبْ اِنَّہُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ ﴿۶۱﴾

نصیحت پکڑیں ○ پس آپ انتظار کیجئے! بلاشبہ وہ بھی انتظار کرنے والے ہیں ○

یہ تقویٰ شعار لوگوں کی جزا ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور اس کے عذاب سے ڈر کر گناہوں کو ترک کیا اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔ جب ان سے اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور اس کے عذاب کی نفی ہوگئی تو ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی رضا ثابت ہوگئی، نیز ثواب عظیم کے طور پر انہیں بے شمار درختوں کے گھنے سائے، پھل اور چشمے عطا ہوں گے، ان درختوں کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی جن کو اہل ایمان نعمتوں بھری جنت میں اپنے لئے نکال لیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے جنت کی اضافت نعمتوں کی طرف کی ہے کیونکہ وہ جنت جن چیزوں پر مشتمل ہے وہ سب نعمتیں ہیں جو ہر لحاظ سے کامل ہیں اور کسی طرح بھی ان میں کوئی رکاوٹ اور کسی قسم کا کوئی تکدر نہ ہوگا۔ جنت کے اندر ان کے لئے سبز ریشم اور اطلس کے لباس ہوں گے، یعنی ان کے من پسند دبیز اور باریک ریشم کے لباس ہوں گے۔ ﴿مُتَقَبِّلِیْنَ﴾ یعنی مکمل راحت، اطمینان، محبت، حسن معاشرت اور بہترین آداب کے ساتھ، ان کے دل اور چہرے ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوں گے۔

﴿كَذٰلِكَ﴾ یہ نعمت تامہ اور سرور کامل اسی طرح ہوں گے۔ ﴿وَرَوْحٰنُہُمْ بِحُورٍ عِیْنٍ﴾ اور حسین و جمیل عورتوں کے ساتھ ہم ان کا نکاح کریں گے، جن کے حسن کی وجہ سے نگاہیں حیرت زدہ، ان کے جمال کو دیکھ کر عقل مبہوت اور ان کے کمال کو دیکھ کر خرد فریفتہ ہو جائے گی۔ ﴿عِیْنٍ﴾ یعنی وہ بڑی بڑی اور خوبصورت آنکھوں والی ہوں گی۔ ﴿یَدْعُوْنَ فِیْہَا﴾ ”وہ اس میں منگوائیں گے۔“ یعنی جنت کے اندر ﴿بِکُلِّ فَاکِہَةٍ﴾ ”ہر قسم کا پھل۔“ جن میں سے بعض کا تو دنیا میں نام ہے اور بعض کا دنیا میں نام ہے نہ نظیر ہے۔ وہ جب کبھی بھی انواع و اقسام کے پھل اور میوے طلب کریں گے ان کے سامنے بغیر کسی مشقت اور تکلیف کے حاضر کر دیے جائیں گے۔ ﴿اٰمِنِیْنَ﴾ وہ ان پھلوں کے ختم ہونے اور ان کے کسی ضرر کے خوف سے مامون، ہر قسم کے تکدر سے پاک اور جنت سے نکالے جانے اور موت سے محفوظ ہوں گے۔

﴿لَا یَدْعُوْنَ فِیْہَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَ الْاُولٰٓئِیْ﴾ ”وہ وہاں پہلی موت کے علاوہ کسی موت کا ذائقہ

نہیں چکھیں گے۔“ جنت میں بالکل موت نہیں آئے گی، اگر جنت میں کوئی موت اس آیت کریمہ سے مستثنیٰ ہوتی

تو اللہ تعالیٰ پہلی موت کو جو دنیا کی موت ہے، مستثنیٰ قرار نہ دیتا۔ پس جنت میں ان کے لئے ہر محبوب و مطلوب کی تکمیل ہوگی۔ ﴿وَقَهُمُ عَذَابَ الْجَحِيمِ ۝ فَضْلًا مِّنْ رَبِّكَ﴾ اور اللہ انہیں جہنم کے عذاب سے بچالے گا، یہ آپ کے رب کا فضل ہوگا۔ یعنی نعمتوں کا حاصل ہونا اور عذاب کا دور ہونا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی نے ان کو اعمال صالحہ کی توفیق سے نوازا جن کی بنا پر وہ آخرت کی بھلائی سے سرفراز ہوئے، نیز اللہ تعالیٰ نے ان کو وہ کچھ عطا کیا جو ان کے اعمال کی پہنچ سے باہر تھا۔ ﴿ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی جنت سے بہرہ مند ہونے اور اس کی ناراضی اور عذاب سے سلامت رہنے سے بڑھ کر کوئی کامیابی ہو سکتی ہے؟

﴿قَالَمَّا يَسْرِنَّهُ﴾ ”پس ہم نے اس (قرآن) کو آسان بنایا۔“ ﴿يَلْسَانِكَ﴾ ”آپ کی زبان میں۔“ یعنی ہم نے اسے آپ کی زبان کے ذریعے سے سہل بنایا جو علی الاطلاق فصیح ترین اور جلیل ترین زبان ہے، اس کے الفاظ اور معانی نہایت آسان ہیں۔ ﴿لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ﴾ ”شاید کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔“ کہ وہ ان فوائد پر غور کریں اور جس کام میں ان کا نفع ہے وہ کر لیں اور جس میں ضرر ہے وہ ترک کر دیں۔ ﴿فَارْتَقِبْ﴾ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ جس بھلائی اور نصرت کا وعدہ کیا ہے اس کا انتظار کیجئے۔ ﴿إِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُونَ﴾ وہ بھی اس عذاب کے منتظر ہیں جو ان پر نازل ہونے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں قسم کے انتظار میں فرق کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ دنیا اور آخرت کی بھلائی کا انتظار کرتے ہیں اور اس کے برعکس کفار دنیا و آخرت کے شر کا انتظار کرتے ہیں۔

تَفْسِيرُ سُورَةِ الْجَانَّةِ

سُورَةُ الْجَانَّةِ (۲۵) مَكِّيَّةٌ (۱۵۰)	بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت مکر کرنے والا ہے	اِنَّا جَاءْنَا ۲۵ رُكُوْعًا ۲
--	---	-----------------------------------

حَمْدٌ ① تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ② اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ

حَمْدٌ ① اتارنا کتاب کا اللہ کی طرف سے ہے جو بڑا زبردست نہایت حکمت والا ہے ② بلاشبہ آسمانوں اور زمین میں

لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ③ وَفِي خَلْقِكُمْ وَمَا يَبْتُ مِنْ دَابَّةٍ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ

البتہ نشانیاں ہیں ایمان والوں کیلئے ③ اور تمہاری پیدائش میں اور (ان میں) جو وہ پھیلاتا ہے جانداروں سے نشانیاں ہیں ان لوگوں کیلئے

يُوقِنُوْنَ ④ وَ اٰخْتِلَافِ الْيَلِّ وَالنَّهَارِ وَمَا اَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ

جو یقین رکھتے ہیں ④ اور بدل بدل کر آنے جانے میں رات اور دن کے اور (اس میں) جو نازل کیا اللہ نے آسمان سے

مِنْ رِزْقٍ فَاحْيَا بِهِ الْأَرْضُ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيفِ الرِّيحِ آيَةُ لِقَوْمٍ
يَعْقِلُونَ ﴿٥﴾ تِلْكَ آيَةُ اللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ
بَعْدَ اللَّهِ وَآيَتِهِ يُؤْمِنُونَ ﴿٦﴾ وَيْلٌ لِّكُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ﴿٧﴾ يَسْمَعُ آيَةُ اللَّهِ
اللَّهُ (کی بات) اور اسکی آیات کے بعد وہ ایمان لائیں گے؟ ہلاکت ہے واسطے ہر سخت جھوٹے گناہ گار کے ○ سنتا ہے وہ آیتیں اللہ کی
تُتْلَى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَأَن لَّمْ يَسْمَعْهَا ۚ فَبَشِّرُهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٨﴾
جو تلاوت کی جاتی ہیں اس پر پھروہ اڑتا ہے تکبر کرتا ہوا گویا کہ نہیں سنا اس نے انہیں پس خوش خبری دے دیجئے اسے ساتھ عذاب دردناک کے ○
وَإِذَا عَلِمَ مِنْ آيَاتِنَا شَيْئًا اتَّخَذَهَا هُزُوًا ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿٩﴾
اور جب جانا اس نے ہماری آیتوں سے کچھ تو بنا لیا اس نے اس کو مذاق یہی لوگ ہیں ان کے لیے ہے عذاب رسوا کن ○
مِنْ وُورَائِهِمْ جَهَنَّمَ ۚ وَلَا يَغْنِي عَنْهُمْ مَا كَسَبُوا شَيْئًا وَلَا مَا اتَّخَذُوا
ان کے آگے جہنم ہے اور نہیں کام آئے گا ان کے (وہ) جو کمایا انہوں نے کچھ بھی اور نہ (وہ) جن کو بنایا انہوں نے
مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٠﴾ هَٰذَا هُدًى ۚ وَالَّذِينَ
سوائے اللہ کے کارساز اور ان کے لیے عذاب ہے بہت بڑا ○ یہ (قرآن) تو ہدایت ہے اور وہ لوگ
كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّن رَّجْزٍ أَلِيمٍ ﴿١١﴾
جنہوں نے کفر کیا ساتھ آیتوں کے اپنے رب کی ان کے لیے عذاب ہے عذاب نہایت دردناک ○

اللہ تبارک و تعالیٰ ایک ایسی خبر دیتا ہے جو قرآن کی تعظیم اور اس کے اہتمام کو متضمن ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ آگاہ
فرماتا ہے کہ یہ کتاب ﴿تَنْزِيلٌ﴾ ”نازل کی گئی ہے۔“ ﴿مِنَ اللَّهِ﴾ ”اللہ کی طرف سے۔“ جو معبود ہے کیونکہ
وہ صفات کمال سے متصف ہے صرف وہی ہے جو نعمتیں عطا کرتا ہے جو غلبہ کامل اور حکمت تامہ کا مالک ہے۔ اللہ
تبارک و تعالیٰ نے آیاتِ افقیہ و نفسیہ کا ذکر کر کے اس کی تائید فرمائی۔ یعنی آسمانوں اور زمین کی تخلیق کا ذکر فرمایا،
نیز زمین کے اندر جو چوپائے پھیلائے، آسمان اور زمین میں جو منفعتیں ودیعت کیں، آسمان سے جو پانی نازل کیا
جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ زمین اور اپنے بندوں کو زندگی بخشا ہے، تائید کے لئے ان کا ذکر فرمایا۔ یہ سب اس
قرآن عظیم کی صداقت اور ان حکمتوں اور احکام کی صحت کی کھلی نشانیاں اور ان پر واضح دلائل ہیں، نیز یہ اس پر بھی
دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کمال کا مالک ہے، نیز یہ قیامت اور حشر و نشر پر دلالت کرتی ہیں۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ
نے اپنی آیات سے انتفاع اور عدم انتفاع کی نسبت سے لوگوں کو دو اقسام میں تقسیم کیا ہے:

پہلی قسم کے لوگ وہ ہیں جو ان آیات پر غور و فکر کرتے ہیں اور ان سے استدلال کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور یوم آخرت پر کامل ایمان رکھتے ہیں جس نے ان کو درجہ یقین پر پہنچا دیا ہے۔ اس ایمان نے ان کی عقلوں کو پاک کر دیا ہے اور یوں ان کے معارف، ان کی خرد اور ان کے ایمان میں اضافہ ہوا۔

دوسری قسم کے لوگ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی آیات سنتے ہیں جس سے ان پر حجت قائم ہو جاتی ہے، پھر وہ تکبر اور استکبار کرتے ہیں اور ان آیات سے منہ پھیر لیتے ہیں، گویا کہ انہوں نے ان آیات کو سنا ہی نہیں کیونکہ ان آیات نے ان کے قلب کا تزکیہ کیا ہے نہ ان کو پاک کیا ہے بلکہ ان آیات کے بارے میں ان کے تکبر کے باعث ان کی سرکشی میں اضافہ ہوا ہے۔ جب انہیں اللہ تعالیٰ کی آیات کے بارے میں کچھ علم ہوتا ہے تو ان کا تمسخر اڑاتے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاکت کی وعید سناتے ہوئے فرمایا: ﴿وَيَلِّكُمُ الْأَفَّاكُ أَثِيمٌ﴾ ”ہر جھوٹے، گناہ گار کے لیے ہلاکت ہے۔“ یعنی وہ جو اپنے قول میں سخت جھوٹا اور اپنے فعل میں سخت گناہ گار ہے۔

نیز آگاہ فرمایا کہ ان لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے اور یہ کہ ﴿مِنْ ذُرِّيَّتِهِمْ جَهَنَّمُ﴾ ”ان کے پیچھے جہنم ہے۔“ جو ان کو سخت عذاب دینے کے لئے کافی ہے ﴿وَوَلَّى﴾ ”اور۔“ بے شک وہ ﴿لَا يُغْنِي عَنْهُمْ مَالُكَسْبُوا شَيْئًا﴾ مال جو وہ کماتے ہیں ان کے کسی کام نہ آئے گا۔ ﴿وَلَا مَا اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ﴾ اور نہ وہ کام آئیں گے، اللہ کے سوا جن کو انہوں نے کارساز بنا رکھا تھا جن سے یہ لوگ مدد طلب کرتے تھے۔ پس یہ کارساز ان کو چھوڑ دیں گے، اگر وہ کوئی نفع پہنچا سکتے ہوتے تو وہ خود سب سے زیادہ اس کے محتاج تھے۔

اللہ تعالیٰ نے جب اپنی قرآنی اور کھلی آیات بیان کر دیں اور یہ بھی بیان کر دیا کہ لوگوں کی اس بارے میں دو قسمیں ہیں تو اس کے بعد خبر دی کہ یہ قرآن جو ان مطالب عالیہ پر مشتمل ہے، وہی ہدایت ہے، فرمایا: ﴿هَذَا هُدًى﴾ ”یہ (قرآن) ہدایت ہے۔“ اور یہ سارے قرآن کا عمومی وصف ہے کہ وہ اپنی صفات مقدسہ اور افعال حمیدہ کے ساتھ اللہ کی معرفت کی رہنمائی کرتا ہے اور اس کے رسولوں، اس کے اولیاء اور اعداء اور ان کے اوصاف کی معرفت کی رہنمائی کرتا ہے اور یہ قرآن نیک اعمال کی معرفت عطا کرتا ہے اور ان کی طرف دعوت دیتا ہے، برے اعمال کو بیان کرتا ہے اور ان سے روکتا ہے۔ قرآن اعمال کی جزا و سزا کو بیان کرتا ہے، جزائے دنیوی اور جزائے اخروی کو واضح کرتا ہے۔ پس ہدایت کے متلاشی لوگوں نے قرآن کے ذریعے سے ہدایت پائی اور یوں وہ فلاح اور سعادت سے بہرہ مند ہوئے۔

﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ﴾ ”اور جو اپنے رب کی آیات کے منکر ہیں۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کی واضح اور قطعی آیات کا انکار کرتے ہیں جن کا انکار صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جو سخت ظالم ہوں اور ان کی سرکشی کئی گنا ہو تو ﴿لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رَّجْزٍ أَلِيمٌ﴾ ”ان کے لئے سخت قسم کا دردناک عذاب ہے۔“

اَللّٰهُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ الْفُلُكُ فِیْهِ بِاَمْرِہٖ وَلِتَبْتَغُوْا

اللہ وہ ہے جس نے مسخر کر دیا تمہارے لیے سمندر کو تاکہ چلیں کشتیاں اس میں اس کے حکم سے اور تاکہ تلاش کرو تم
مِنْ فَضْلِہٖ وَلَعَلَّکُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَ سَخَّرَ لَكُم مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا
اس کا فضل اور تاکہ تم شکر کرو ○ اور مسخر کر دیا اس نے تمہارے لیے جو آسمانوں اور جو

فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْہٗ ط اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۷﴾

زمین میں ہے سب اپنی طرف سے بلاشبہ اس میں البتہ نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں پر اپنے فضل و احسان کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے کہ اس نے اپنے حکم سے
آسانی پیدا کر کے جہازوں اور کشتیوں کو چلانے کے لئے سمندر کو مسخر کیا۔ ﴿لِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِہٖ﴾ تاکہ تم
مختلف قسم کی تجارتوں اور مکاسب کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کر سکو۔ ﴿وَلَعَلَّکُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ اور
تاکہ تم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ اور جب تم اس کا شکر ادا کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اور زیادہ نعمتیں عطا کرے گا اور
تمہاری شکر گزاری پر بہت بڑے اجر سے نوازے گا۔ ﴿وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ
جَمِیْعًا مِّنْہٗ﴾ اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، سب کو تمہارے لیے مسخر کر دیا۔ یعنی اپنے
فضل و احسان سے۔ یہ آیت کریمہ آسمانوں اور زمین کے تمام اجسام اور ہر اس چیز کو شامل ہے جو اللہ تعالیٰ نے
ان کے اندر ودیعت کی ہے، مثلاً: سورج، چاند، کواکب، ستارے، سیارے، حیوانات کی مختلف انواع، درختوں اور
پھلوں کی مختلف اصناف، معدنیات کی اقسام اور دیگر چیزیں جن کے اندر بنی آدم کے مصالح اور ان کی ضروریات
ہیں۔

یہ چیز اس بات کو واجب ٹھہراتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے میں پوری کوشش کریں اور اپنے
فکر کو اس کی آیات اور حکمتوں میں تدبیر کرنے میں صرف کریں۔ بنا بریں فرمایا: ﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ
یَّتَفَكَّرُوْنَ﴾ بے شک اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ ان آیات میں سے اس کائنات کی
تخلیق، اس کی تدبیر اور اس کی تسخیر ہے جو اللہ تعالیٰ کی مشیت کے نفوذ اور اس کی قدرت کے کمال پر دلالت کرتی
ہے۔ اس کائنات میں پائی جانے والی مضبوطی، مہارت، انوکھی صنعت اور حسن تخلیق اس کی حکمت کاملہ اور اس کے
علم کی دلیل ہے۔ اس کائنات کی وسعتیں اور اس کی عظمت و کثرت اللہ کے وسیع اقتدار و سلطنت پر دلالت کرتی
ہیں۔ اس کائنات میں تخصیصات اور متضاد اشیاء کا وجود، اس حقیقت پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا
ہے۔

اس کائنات میں موجود دینی اور دنیاوی منافع و مصالح اس کی بے پایاں رحمت، لامحدود فضل و احسان اور اس
کے گونا گوں لطف و کرم پر دلالت کرتے ہیں اور ان میں سے ہر چیز اس حقیقت پر دلالت کرتی ہے کہ وہ یکتا ہے اور

وہی ایک معبود ہے جس کے سوا کوئی اس چیز کا مستحق نہیں کہ اس کی عبادت کی جائے، اس سے محبت کی جائے اور اس کے سامنے تذلل کا اظہار کیا جائے، نیز ہر چیز اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول جو کچھ لے کر آئے ہیں، سب صداقت پر مبنی ہے۔ یہ واضح عقلی دلائل ہیں جو کسی قسم کے شک و ریب کا شائبہ قبول نہیں کرتے۔

قُلْ لِلَّذِينَ آمَنُوا يَغْفِرُوا لِلَّذِينَ لَا يَرْجُونَ أَيَّامَ اللَّهِ لِيَجْزِيَ

کہہ دیجئے: ان لوگوں سے جو ایمان لائے درگزر کریں وہ ان لوگوں سے جو نہیں امید رکھتے اللہ کے دنوں کی (جن میں وہ گرفت کرتا ہے) تاکہ بدلہ دے وہ

قَوْمًا بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿١٣﴾ مِّنْ عَمَلٍ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ

کچھ لوگوں کو ساتھ اس کے جو تھے وہ کہاتے ۱۳ جس نے عمل کیا نیک تو (اس کا فائدہ) اسی کے لیے ہے

وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ ﴿١٤﴾

اور جس نے کیا برا کام تو اسی پر (اس کا وبال) ہے پھر تم اپنے رب ہی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ۱۴

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ حسن اخلاق سے کام لیں اور ان مشرکین کی ایذا رسانی پر صبر کریں جو ایمان الہی کی امید نہیں رکھتے، یعنی جو اللہ تعالیٰ کے ثواب کے امیدوار ہیں نہ گناہ گاروں کے بارے میں سنت الہی سے خائف ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر قوم کو اس کی کمائی کا بدلہ دیتا ہے، پس اے مومنوں کے گروہ! اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان، تمہارے درگزر اور تمہارے صبر کی جزا کے طور پر تمہیں ثواب جزیل سے بہرہ مند کرے گا۔

اگر کفار و مشرکین اپنی تکذیب پر جبرے رہے تو تم پر وہ رسوا کن سخت عذاب نازل نہیں ہوگا جو ان پر نازل ہوگا۔ بنا بریں فرمایا: ﴿مِّنْ عَمَلٍ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ﴾ ”جو کوئی نیک عمل کرتا ہے وہ اپنے لئے کرتا ہے اور جو کوئی برا عمل کرتا ہے تو وہی اس کا خمیازہ بھگتے گا، پھر تم سب اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔“ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَقَدْ آتَيْنَا بَنِي إِسْرَءِيلَ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنَاهُمْ

اور البتہ تحقیق دی ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکم اور نبوت اور رزق دیا ہم نے ان کو

مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿١٥﴾ وَآتَيْنَاهُمْ بَيِّنَاتٍ مِّنَ الْأَمْرِ

پاکیزہ چیزوں سے اور فضیلت دی ہم نے ان کو اور پر جہانوں کے ۱۵ اور دیں ہم نے ان کو واضح دلیلیں دین کی بابت

فَمَا اخْتَلَفُوا إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ لَا بَغْيًا بَيْنَهُمْ إِنَّ رَبَّكَ

پس نہیں اختلاف کیا انہوں نے مگر بعد اس کے کہ آ گیا ان کے پاس علم محض ضد سے آپس کی بلاشبہ آپ کا رب

يَقْضِي بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿١٦﴾

فیصلہ کرے گا ان کے درمیان دن قیامت کے ان چیزوں میں کہ تھے وہ ان میں اختلاف کرتے ۱۶

ہم نے بنی اسرائیل کو ایسی ایسی نعمتیں عطا کیں جو دوسروں کو حاصل نہ تھیں۔ ہم نے انہیں ﴿اَلْكِتٰبُ﴾ یعنی تورات وانجیل سے سرفراز کیا اور ﴿اَلْحُكْمُ﴾ ہم نے انہیں لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کی قوت اور ﴿اَلنَّبُوَّةُ﴾ ”نبوت“ عطا کی۔ نبوت کی وجہ سے وہ دنیا میں ممتاز ہوئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سب سے زیادہ بنی اسرائیل کے گھرانے میں نبوت رہی۔

﴿وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ اَلْكَثٰبِ﴾ اور ہم نے انہیں ماکولات، مشروبات اور ملبوسات میں سے پاکیزہ چیزوں سے نواز اور ان پر من و سلویٰ نازل کیا۔ ﴿وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰی الْعٰلَمِیْنَ﴾ اور ان نعمتوں کے ذریعے سے ہم نے انہیں تمام خلائق پر فضیلت دی۔ اس عموم لفظی سے امت محمدیہ خارج ہے کیونکہ امت محمدیہ بہترین امت ہے جو لوگوں کے لئے بنائی گئی ہے۔ آیت کریمہ کا سیاق دلالت کرتا ہے کہ اس سے امت مسلمہ کے سوا دیگر امتوں پر فضیلت مراد ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ اس نے بنی اسرائیل پر احسان کیا اور انہیں دیگر قوموں سے ممیز کیا۔

نیز وہ فضائل جن کی بنا پر بنی اسرائیل کو فوقیت حاصل تھی، مثلاً: کتاب کا عطا کیا جانا، حکومت اور نبوت وغیرہ جیسے دیگر اوصاف تو وہ اس امت کو بھی حاصل ہیں اس کے علاوہ اس امت کے بہت سے فضائل ان پر مستزاد ہیں۔ پھر بنی اسرائیل کی شریعت امت محمدیہ کی شریعت کا ایک جز ہے، یہ کتاب عظیم گزشتہ تمام کتابوں پر نگہبان ہے اور محمد مصطفیٰ ﷺ گزشتہ تمام رسولوں کی تصدیق کرنے والے ہیں۔ ﴿وَاَتَيْنٰهُمْ﴾ اور ہم نے بنی اسرائیل کو عطا کیے ﴿بَيِّنٰتٍ﴾ ”دلائل“ جو حق کو باطل سے واضح کرتے ہیں ﴿مِّنَ الْاَمْرِ﴾ یعنی امرِ قدری سے جو اللہ تعالیٰ نے ان تک پہنچایا ہے۔ یہ آیات وہ معجزات ہیں جن کا انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے سے مشاہدہ کیا، یہ ان سے تقاضا کرتی ہیں کہ وہ بہترین طریقے سے ان کو قائم رکھیں، حق پر مجتمع رہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے واضح کیا ہے مگر انہوں نے اس کے برعکس حق کے ساتھ اس سے متضاد معاملہ کیا جو ان پر واجب تھا۔ پس جس معاملے میں ان کو مجتمع رہنے کا حکم دیا گیا تھا اس میں انہوں نے اختلاف کیا۔ اس لئے فرمایا: ﴿فَمَا اخْتَلَفُوْا اِلَّا مِنْۢ بَعْدَ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ﴾ ”پس انہوں نے جو اختلاف کیا تو علم آ جانے کے بعد (آپس کی ضد سے) کیا۔“ یعنی وہ علم جو عدم اختلاف کا موجب تھا صرف ایک دوسرے پر ظلم اور زیادتی نے انہیں اس اختلاف پر آمادہ کیا۔ ﴿اِنَّ رَبَّكَ يَفْقِهُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فِیْمَا كَانُوْا فِیْهِ يَخْتَلِفُوْنَ﴾ ”جن باتوں میں یہ اختلاف کرتے تھے قیامت کے دن آپ کا رب ان کے درمیان فیصلہ کرے گا۔“ پس وہ حق شعاروں کو ان لوگوں سے علیحدہ کر دے گا جنہوں نے باطل کو اختیار کیا اور جن کو خواہش نفس نے اختلاف پر آمادہ کیا۔

ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَىٰ شَرِيعَةٍ مِّنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ

پھر کر دیا ہم نے آپ کو ایک طریقے کے دین کے پس آپ پیروی کریں اسکی اور نہ پیروی کریں ان لوگوں کی خواہشات کی جو

لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٨﴾ إِنَّهُمْ لَنُغْنُوا عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ط وَإِنَّ الظَّالِمِينَ

نہیں علم رکھتے ○ بلاشبہ وہ ہرگز نہیں کام آئیں گے آپ کے اللہ سے کچھ بھی اور بے شک ظالم لوگ

بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ؕ وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِينَ ﴿١٩﴾

بعض ان کے دوست ہیں بعض کے اور اللہ دوست ہے متقیوں کا ○

یعنی ہم نے آپ کے لئے ایک شریعت کامل کو مشروع کیا جو ہمارے حکم شرعی سے، ہر بھلائی کی طرف بلاتی ہے اور ہر برائی سے روکتی ہے۔ ﴿فَاتَّبِعْهَا﴾ ”پس اس کی اتباع کرو۔“ کیونکہ اس کی اتباع میں ابدی سعادت، صلاح اور فلاح ہے۔ ﴿وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ﴾ ”اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کریں جو علم نہیں رکھتے۔“ یعنی وہ لوگ جن کی خواہشات علم کے تابع ہیں نہ علم کی پیروی کرتی ہیں۔ ہر وہ شخص جس کی خواہش اور ارادہ شریعت رسول کے خلاف ہے تو اس کی خواہشات ان لوگوں کی خواہشات کے زمرے میں آتی ہیں جو علم سے بے بہرہ ہیں۔

﴿إِنَّهُمْ لَنُغْنُوا عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا﴾ یعنی اگر تو ان کی خواہشات نفس کی پیروی کرے تو یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تجھے کوئی فائدہ نہ دے سکیں گے کہ تجھے کوئی بھلائی حاصل ہو یا تجھ سے کوئی برائی دور ہو۔ تیرے لئے درست نہیں کہ تو ان کی موافقت کرے اور ان سے موالات رکھے کیونکہ آپ اور وہ ایک دوسرے سے علیحدہ ہیں اور وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ ﴿وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِينَ﴾ ”اور اللہ متقیوں کا دوست ہے۔“ اللہ تعالیٰ متقین کو ان کے تقویٰ اور نیک عمل کے سبب سے اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے۔

هٰذَا بَصَائِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ ﴿٢٠﴾

یہ (قرآن اس میں) بصیرت افروز دلائل ہیں لوگوں کیلئے اور ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں ○

﴿هٰذَا﴾ یعنی یہ قرآن کریم اور ذکر حکیم ﴿بَصَائِرُ لِلنَّاسِ﴾ ”بصیرتیں ہیں لوگوں کے لیے۔“ یعنی اس کے ذریعے سے لوگوں کو تمام امور میں بصیرت حاصل ہوتی ہے اور اہل ایمان اس سے فائدہ حاصل کرتے ہیں اور یہ قرآن ہدایت اور رحمت ہے ﴿لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ﴾ ”یقین رکھنے والوں کے لیے۔“ پس وہ اس کے ذریعے سے دین کے اصول و فروع میں صراط مستقیم کی طرف راہ نمائی حاصل کرتے ہیں اور وہ دنیا و آخرت میں بھلائی، مسرت اور سعادت سے بہرہ مند ہوتے ہیں اور یہ رحمت ہے، پس اس سے ان کے نفس پاک ہوتے ہیں، اس سے ان کی

عقل میں اضافہ ہوتا ہے اور اس سے ان کا ایمان و یقین بڑھتا ہے اور اس پر حجت قائم ہوتی ہے، جو گمراہی پر اصرار کرتا اور عناد سے کام لیتا ہے۔

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا

کیا گمان کر لیا ہے ان لوگوں نے جنہوں نے ارتکاب کیا برائیوں کا یہ کہ کر دیں گے ہم ان کو مانند ان لوگوں کے جو ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاءٌ مَحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿٢١﴾

اور عمل کیے انہوں نے نیک برابر ہے جینا ان کا اور مرنا ان کا برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں ○

کیا کثرت سے گناہوں کا ارتکاب کرنے والے گناہ گار لوگ اور اپنے رب کے حقوق میں کوتاہی کرنے والے سمجھتے ہیں ﴿أَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾ ”کہ ہم ان کو ان جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے۔“ یعنی انہوں نے اپنے رب کے حقوق قائم کئے، اسے ناراض کرنے سے اجتناب کیا اور ہمیشہ اس کی رضا کو اپنی خواہشات نفس پر ترجیح دیتے ہیں، یعنی کیا وہ سمجھتے ہیں کہ ﴿سَوَاءٌ﴾ وہ دنیا و آخرت میں مساوی ہوں گے؟ ان کا اندازہ اور ان کا یہ گمان بہت برا ہے۔ اور بہت برا ہے وہ فیصلہ جو انہوں نے کیا ہے کیونکہ یہ ایک ایسا فیصلہ ہے جو حکم الحاکمین، سب سے بڑھ کر عادل ہستی کی حکمت کے خلاف، عقل سلیم اور فطرت مستقیم کے متناقض اور ان اصولوں کے متضاد ہے جنہیں لے کر کتابیں نازل ہوئیں اور جن کے بارے میں انبیاء و مرسلین نے آگاہ کیا۔

فی الواقع قطعی فیصلہ یہ ہے کہ اہل ایمان جو نیک عمل کرتے ہیں ان میں سے ہر ایک کے لئے اس کی نیکی کے مطابق نصرت، فلاح، سعادت اور دنیا و آخرت کا ثواب ہے اور برائیوں کا ارتکاب کرنے والوں کے لئے دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی سخت ناراضی، رسوائی، عذاب اور بدبختی ہے۔

وَخَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا

اور پیدا کیا اللہ نے آسمانوں اور زمین کو ساتھ حق کے اور تاکہ بدلہ دیا جائے ہر نفس کو ساتھ اس کے جو

كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٢٢﴾

اس نے کمایا اور وہ نہیں ظلم کیے جائیں گے ○

یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو حکمت کے ساتھ تخلیق فرمایا تاکہ اسی اکیلے کی عبادت کی جائے جس کا کوئی شریک نہیں، پھر اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا محاسبہ کرے گا جن کو اس نے اپنی عبادت کا حکم دیا اور انہیں ظاہری اور باطنی نعمتوں سے نوازا کہ آیا وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اس کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں یا کفر کا رویہ اختیار کر کے کفار کی سزا کے مستحق بنتے ہیں؟

اَفَرَعَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلَهَهُ هَوَاهُ وَ اَصْلَهُ اللّٰهُ عَلَى عِلْمٍ وَ حَتَمَ عَلَى
کیا پس دیکھا آپ نے اس کو جس نے بنا لیا اپنا معبود اپنی خواہش کو اور گمراہ کر دیا اس کو اللہ نے علم پر اور مہر لگا دی اس کے
سَمْعِهِ وَ قَلْبِهِ وَ جَعَلَ عَلَى بَصَرِهِ غِشْوَةً فَمَنْ يَهْدِيهِ مِنْ بَعْدِ اللّٰهِ
کان اور اس کے دل پر اور کر دیا اس کی آنکھ پر پردہ؟ پس کون ہے جو ہدایت دے اسے بعد اللہ کے؟

اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٣٣﴾ وَ قَالُوا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَ نَحْيَا وَ مَا
کیا پس نہیں تم نصیحت پکڑتے؟ اور کہا انہوں نے: نہیں ہے یہ (زندگی) سوائے ہماری زندگی دنیا کے ہم مرتے اور زندہ ہوتے ہیں اور نہیں
يُهْلِكُنَا اِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴿٣٤﴾
ہلاک کرتا ہمیں مگر زمانہ ہی اور نہیں ہے ان کے لیے اس کا کوئی علم نہیں ہیں وہ مگر گمان کرتے ○
وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّا اَنْ قَالُوا اِنْتَوٰا

اور جب تلاوت کی جاتی ہیں ان پر ہماری آیتیں اس حال میں کہ وہ واضح ہیں تو نہیں ہوتی دلیل انکی مگر یہی کہ انہوں نے کہا لے آؤ
بِاٰبَائِنَا اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٣٥﴾ قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ
ہمارے باپ دادوں کو اگر ہو تم چپے ○ کہہ دیجئے! اللہ ہی زندہ کرتا ہے تم کو پھر مارتا ہے تم کو پھر
يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٦﴾
وہی جمع کرے گا تمہیں روز قیامت میں کہ نہیں ہے کوئی شک اس میں لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اَفَرَعَيْتَ﴾ کیا آپ نے اس گمراہ شخص کو دیکھا؟ ﴿مَنِ اتَّخَذَ
اِلَهَهُ هَوَاهُ﴾ ”جس نے اپنی خواہش نفس کو معبود بنا لیا۔“ جس راستے پر چاہا چلتا رہا، خواہ اس راستے پر چلنے کو
اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے یا اس کو سخت ناپسند کرتا ہے۔ ﴿وَ اَصْلَهُ اللّٰهُ عَلَى عِلْمٍ﴾ اللہ تعالیٰ نے یہ جانتے
ہوئے اسے گمراہی میں پھینک دیا کہ وہ ہدایت کے لائق نہیں اور نہ ہدایت کے ذریعے سے وہ پاک ہی ہو سکتا
ہے ﴿وَ حَتَمَ عَلَى سَمْعِهِ﴾ ”اور اس کے کانوں پر مہر لگا دی۔“ اس لئے وہ کوئی ایسی چیز نہیں سن سکتا جو اس
کے لئے فائدہ مند ہو ﴿وَ قَلْبِهِ﴾ ”اور اس کے دل پر۔“ پس وہ بھلائی کو یا نہیں رکھ سکتا ﴿وَ جَعَلَ عَلَى
بَصَرِهِ غِشْوَةً﴾ ”اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔“ جو اسے حق دیکھنے سے روکتا ہے ﴿فَمَنْ يَهْدِيهِ مِنْ
بَعْدِ اللّٰهِ﴾ ”پس کون ہے جو اس کو اللہ کے بعد ہدایت دے؟“ اس حال میں کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر ہدایت کے
دروازے بند کر دیئے اور گمراہی کے دروازے کھول دیئے، کوئی شخص اس کو ہدایت سے بہرہ مند نہیں کر سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے اس پر ظلم نہیں کیا بلکہ اس نے خود اپنے آپ پر ظلم کیا، اس نے ایسے اسباب اختیار کئے جو
اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مانع تھے۔ ﴿اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ﴾ ”کیا تم (اس چیز سے) نصیحت نہیں پکڑتے۔“ جو
تمہیں فائدہ دے اور تم اسے اختیار کرتے اور جو چیز تمہیں نقصان دے تم اس سے اجتناب کرتے۔

﴿وَقَالُوا﴾ یعنی منکرین آخرت کہتے ہیں: ﴿مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ﴾ یہ تو سب صرف عادات ہیں اور گردش لیل و نہار کے ساتھ جاری ہیں کچھ لوگ مر جاتے ہیں اور کچھ لوگ جنم لیتے ہیں جو کوئی مر جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر نہیں جاتا اور نہ اس کو اس کے عمل کی جزا و سزا ہی دی جائے گی۔ ان کا یہ قول بغیر کسی علم کے صادر ہوا ہے۔ ﴿إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ﴾ پس انہوں نے معاد کا انکار کیا اور کسی دلیل و برہان کے بغیر سچے رسولوں کی تکذیب کی۔ یہ محض وہم و گمان اور ایسے استبعادات ہیں جو حقیقت سے خالی ہیں۔ بنا بریں فرمایا: ﴿وَإِذَا تُثْلَىٰ عَلَيْهِمْ أَيْتُنَا بِذَنبٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا اقْتُلُوا بِأَبَائِنَا إِنَّ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾ ”اور جب ان پر ہماری واضح آیات پڑھی جاتی ہیں تو اس کے سوا ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہوتی کہ وہ کہہ دیتے ہیں: اگر تم سچے ہو تو ہمارے آباء و اجداد کو اٹھا لاؤ۔“ یہ ان کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی جناب میں گستاخی ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ مطالبہ کیا اور اس زعم باطل میں مبتلا ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی صداقت اس بات پر موقوف ہے کہ ان کے آباء و اجداد کو زندہ کر کے ان کے سامنے لایا جائے۔ انبیاء و رسل ان کے پاس کوئی بھی نشانی لے آئیں وہ ہرگز نہیں مانیں گے جب تک کہ رسول ان کا وہ مطالبہ پورا نہیں کرتے جو انہوں نے پیش کیا ہے۔

وہ اپنے قول میں سخت جھوٹے ہیں ان کا مقصد بیان حق نہیں بلکہ صرف رسولوں کی دعوت کو ٹھکرانا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قُلِ اللَّهُ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَمَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾ ”کہہ دیجئے: اللہ ہی تم کو زندہ کرتا، پھر تم کو مارتا ہے پھر تم کو قیامت کے دن جمع کرے گا جس میں کوئی شک نہیں لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“ اگر یوم آخرت کا علم ان کے دل کی گہرائیوں تک پہنچا ہوتا تو وہ ضرور اس کے لئے تیاری کرتے اور نیک عمل کرتے۔

وَاللَّهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُومِئِذٍ يَخْسِرُ اور اللہ ہی کے لیے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی اور جس دن قائم ہوگی قیامت اس دن خسارے میں رہیں گے الْمُبْطِلُونَ ﴿٢٥﴾ وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جٰثِيَةً قَدْ كُلَّتْ اُمَّةٌ تُدْعٰى اِلٰى كِتٰبِهَا ط باطل پرست ۰ اور دیکھیں گے آپ ہر امت کو گھٹنوں کے بل (گری ہوئی) ہر امت بلائی جائے گی اپنے نامہ اعمال کی طرف الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٢٨﴾ هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطٰقُ عَلَيْكُمْ آج تم بدلہ دیے جاؤ گے (اس کا) جو تھے تم عمل کرتے ۰ یہ ہماری کتاب ہے یہ بولتی ہے تمہاری بابت بِالْحَقِّ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٢٩﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سچ، بلاشبہ ہم لکھواتے تھے جو تھے تم عمل کرتے ۰ پس لیکن وہ لوگ جو ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيَدْخُلُهُمْ رَبُّهُمْ فِي رَحْمَتِهِ ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِينُ ٣٠

اور عمل کیے انہوں نے نیک پس داخل کرے گا ان کو رب ان کا اپنی رحمت میں یہی ہے کامیابی واضح ○
وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا أَفَلَمْ تَكُنْ آيَاتِي تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ
اور لیکن وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا (ان سے کہا جائیگا): کیا پس نہیں تمہیں آیتیں میری تلاوت کی جاتیں تم پر پس تم نے تکبر کیا اور تھے تم

قَوْمًا مُّجْرِمِينَ ٣١ وَإِذَا قِيلَ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيهَا قُلْتُمْ
لوگ مجرم ○ اور جب کہا گیا (تم سے) کہ بلاشبہ وعدہ اللہ کا حق ہے اور قیامت نہیں ہے کوئی شک اس (کے آنے) میں تو تم نے کہا:

مَا نَدْرِي مَا السَّاعَةُ ۚ إِنَّ نَحْنُ إِلَّا ظَنُّنَّ إِلَّا ظَنًّا وَمَا نَحْنُ بِمُستَيْقِنِينَ ٣٢
نہیں جانتے ہم کیا ہے قیامت؟ نہیں خیال کرتے ہم مگر ایک گمان ہی اور نہیں ہم (اس کا) یقین کرنے والے ○

وَبَدَأَ لَهُمْ سَيِّئَاتٍ مَا عَمِلُوا وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ٣٣
اور ظاہر ہو جائیں گی ان کے سامنے برائیاں ان چیزوں کی جو انہوں نے کیں اور گھیر لے گا ان کو وہ (عذاب) کہ تھے وہ ساتھ اس کے ٹھٹھا کرتے ○

وَقِيلَ الْيَوْمَ نَنْسِفُكُمْ كَمَا نَسِفْنَا لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا وَمَا وَكُمُ النَّارُ وَمَا
اور کہا جائیگا: آج ہم بھول جائیگے تمہیں جیسے بھول گئے تھے تم ملاقات کو اپنے اس دن کی اور ٹھٹھا کا تا تمہارا آگ ہے اور نہیں ہے

لَكُمْ مِّنْ نَّصِيرِينَ ٣٤ ذَلِكُمْ بِأَنكُمُ اتَّخَذْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا وَغَرَّتْكُمُ
تمہارے لیے کوئی مددگار ○ یہ بہ سبب اس کے کہ بے شک تم نے بنایا اللہ کی آیتوں کو نفی مذاق اور دھوکے میں ڈال دیا تم کو

الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُونَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ٣٥ فَلِلَّهِ
زندگانی دنیائے پس آج نہ نکالے جائیگے وہ اس (آگ) سے اور نہ ان سے توبہ ہی کا مطالبہ کیا جائیگا ○ پس اللہ ہی کیلئے ہیں

الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْأَرْضِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ٣٦ وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ
سب تعریفیں جو رب ہے آسمانوں کا اور رب ہے زمین کا رب ہے سارے جہانوں کا ○ اور اسی کے لیے بڑائی ہے

فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ٣٧

آسمانوں اور زمین میں اور وہ بڑا زبردست خوب حکمت والا ہے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی بادشاہی کی وسعت اور تمام اوقات میں تصرف اور تدبیر میں اپنے اکیلے ہونے کے بارے میں آگاہ کرتا ہے، نیز خبر دیتا ہے: ﴿يَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ﴾ ”جس روز قیامت برپا ہوگی۔“ اور تمام مخلوق قیامت کے میدان میں جمع ہوگی تو باطل پرستوں کو جنہوں نے حق کو نیچا دکھانے کے لئے باطل کو اختیار کیا، خسارہ حاصل ہوگا ان کے اعمال ضائع ہوں گے کیونکہ وہ باطل سے تعلق رکھتے ہیں۔ قیامت کے دن جب تمام حقائق عیاں ہوں گے تو اس دن ان کے اعمال باطل اور مضحکہ خیز ہو جائیں گے، ان کا اجر و ثواب ختم ہو جائے گا اور انہیں دردناک عذاب ہوگا۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے قیامت کے دن کی شدت اور اس کی ہولناکی کا ذکر فرمایا تاکہ لوگوں کو اس سے ڈرائے اور لوگ اس کے لئے تیاری کریں، چنانچہ فرمایا: ﴿وَتَزَىٰ﴾ اے اس دن کو دیکھنے والے! تو دیکھے گا کہ ﴿كُلُّ أُمَّةٍ جَانِيَةٌ﴾ ہر امت خوف اور دہشت سے گھٹنوں کے بل گری ہوئی مالک رحمان کے فیصلے کی منتظر ہے۔ ﴿كُلُّ أُمَّةٍ تُدْعَىٰ إِلَىٰ كِتَابِهَا﴾ ”ہر گروہ کو اس کے اعمال نامے کی طرف بلایا جائے گا۔“ یعنی ہر امت کو اس کے نبی کی شریعت کی طرف بلایا جائے گا جسے لے کر وہ اللہ کی طرف سے مبعوث ہوا تھا کہ آیا انہوں نے اس شریعت کو قائم کیا تھا کہ ان کو ثواب اور نجات حاصل ہو یا انہوں نے اسے ضائع کر دیا، تب ان کو خسارہ حاصل ہو؟ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کو شریعت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت کو شریعت عیسیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو شریعت محمدی کی طرف بلایا جائے گا۔ اسی طرح دیگر تمام امتوں کو ان کی اپنی اپنی شریعت کی طرف بلایا جائے گا جس کے وہ مکلف تھے۔ آیت کریمہ سے ایک تو اسی معنی کا احتمال ہے اور یہ معنی فی نفسہ صحیح ہے جس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔

اس آیت کریمہ میں ایک اور معنی کا احتمال بھی ہے کہ اللہ کے ارشاد: ﴿كُلُّ أُمَّةٍ تُدْعَىٰ إِلَىٰ كِتَابِهَا﴾ سے مراد یہ ہو کہ ہر امت کو اس کے نامہ اعمال اور خیر و شر کی طرف جو ان کے نامہ اعمال میں درج کیا گیا تھا، بلایا جائے گا اور ہر شخص کو اس کے عمل کی جزا و سزا دی جائے گی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا﴾ (الحجۃ: ۵۰/۱۵) ”جو کوئی نیک عمل کرے گا تو اپنے ہی لئے کرے گا اور جو کوئی برائی کا ارتکاب کرے گا تو اس کا وبال بھی اسی پر پڑے گا۔“ یہ احتمال بھی موجود ہے کہ آیت کریمہ سے دونوں معنی مراد ہوں اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اس پر دلیل ہے: ﴿هٰذَا كِتَابُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ﴾ ”یہ ہماری تحریر ہے جو تمہارے اوپر ٹھیک ٹھیک گواہی دے رہی ہے۔“ یعنی ہماری یہ کتاب جو آپ پر نازل کی ہے وہ تمہارے درمیان حق اور انصاف سے فیصلہ کرتی ہے۔ ﴿اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ ”بے شک جو کچھ تم کرتے تھے ہم لکھواتے جاتے تھے۔“ اس سے مراد نامہ اعمال ہے۔

اس لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے تفصیل سے بیان کیا ہے کہ وہ دونوں گروہوں کے ساتھ کیا سلوک کرے گا لہذا فرمایا: ﴿فَاَمَّا الَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ﴾ جو لوگ صحیح طور پر ایمان لائے اور اعمال صالح، یعنی واجبات اور مستحبات پر عمل کے ذریعے سے اپنے ایمان کی تصدیق کی ﴿فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِي رَحْمَتِهِ﴾ ”پس ان کو ان کا رب اپنی رحمت میں داخل کرے گا۔“ جس کا مقام جنت ہے اور اس میں ہمیشہ رہنے والی نعمتیں اور تکدر سے پاک زندگی ہے۔ ﴿ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ﴾ یہی واضح کامیابی، نجات، نفع اور فلاح ہے جو بندے کو جب حاصل ہو تو اسے ہر بھلائی حاصل ہو جاتی ہے اور اس سے ہر برائی دور ہو جاتی ہے۔

﴿وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا تو انہیں زجر و توبیخ کے طور پر کہا جائے گا: ﴿أَفَلَمْ تَكُنْ آيَتِي تُنْذِرُكَ﴾ ”کیا تم کو ہماری آیتیں پڑھ کر نہیں سنائی جاتی تھیں؟“ ان آیات نے ان امور کی طرف راہنمائی کی جن میں تمہاری بھلائی تھی اور ان امور سے روکا جن میں تمہارے لئے ضرر تھا، یہ سب سے بڑی نعمت تھی جو تم تک پہنچی اگر تم نے ان کی موافقت کی ہوتی لیکن تم نے تکبر کے ساتھ ان سے روگردانی کی اور ان کا انکار کیا، پس اس طرح تم نے سب سے بڑے جرم کا ارتکاب کیا، لہذا آج تمہیں تمہارے کرتوتوں کی سزا دی جائے گی۔

نیز انہیں زجر و توبیخ کرتے ہوئے یہ بھی کہا جائے گا: ﴿وَإِذَا قِيلَ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيهَا قُلْتُمْ﴾ ”اور جب کہا جاتا تھا کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت میں کوئی شک نہیں تو تم کہتے تھے۔“ اس کا انکار کرتے ہوئے ﴿مَا نَذِرُكَ مَا السَّاعَةُ إِنَّ كُفْرُكَ إِلَّا ظَنٌّ إِلَّا ظَنًّا وَمَا نَحْنُ بِمُتَّبِعِينَ﴾ ”ہمیں نہیں معلوم کہ قیامت کی گھڑی کیا ہوتی ہے، بس ہمیں تو صرف ایک گمان سا ہے اور ہمیں اس پر یقین نہیں ہے۔“ یہ تو تھا ان کا دنیا میں حال اور قیامت کے احوال کے وہ منکر تھے اور جو حیات بعد الموت کی خبر لایا انہوں نے اس کے قول کو ٹھکرا دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَبَدَأَ لَهُمْ سَيِّئَاتٍ مَا عَمِلُوا﴾ یعنی قیامت کے دن ان کے سامنے ان کے اعمال کی سزا ظاہر ہوگی۔ ﴿وَحَاقَ بِهِمْ﴾ اور نازل ہوگا ان پر ﴿مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ﴾ ”جس کا وہ مذاق اڑا کرتے تھے۔“ یعنی ان پر وہ عذاب نازل ہوگا جس کے واقع ہونے اور اس کے وقوع کی خبر دینے والے کا وہ تمسخر اڑا کرتے تھے۔ ﴿وَقِيلَ الْيَوْمَ نَنْسِفُكُمْ﴾ ”اور کہا جائے گا آج ہم تمہیں بھلا دیں گے۔“ یعنی ہم تمہیں عذاب میں چھوڑ دیں گے۔ ﴿كَمَا نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ﴾ ”جس طرح تم نے اس دن کی ملاقات کو بھلا رکھا تھا۔“ کیونکہ جزا عمل کی جنس میں سے ہوتی ہے۔ ﴿وَمَا وَكُمُ النَّارُ﴾ یعنی جہنم تمہارا ٹھکانا اور ٹھہرنے کی جگہ ہے۔ ﴿وَمَا لَكُمْ مِنْ نُصِيرِينَ﴾ ”اور تمہارا کوئی مددگار نہیں۔“ جو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مقابلے میں تمہاری مدد کر سکے اور تم سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو ہٹا سکے۔

﴿ذَلِكُمْ﴾ یہ عذاب جس میں تم مبتلا ہو اس سبب سے ہے کہ ﴿اتَّخَذْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا﴾ ”تم نے آیات الہی کا تمسخر اڑایا۔“ حالانکہ یہ جدوجہد کی موجب تھیں، نیز اس امر کی موجب تھیں کہ ان کو مسرت، خوش دلی اور فرحت سے قبول کیا جاتا۔ ﴿وَعَزَّزْتُمْ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا﴾ اور دنیا نے اپنی چکا چوند اور اپنی لذات و شہوات کے ذریعے سے تمہیں دھوکے میں ڈال دیا، پس تم اس سے مطمئن ہو گئے، اس کے لئے عمل کرتے رہے اور ہمیشہ باقی رہنے والے گھر کے لئے عمل کو چھوڑ بیٹھے۔ ﴿قَالَ يَوْمَ لَا يُخْرَجُونَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ﴾ ”پس آج وہ اس (دوزخ) سے نکالے جائیں گے نہ ان کی توبہ قبول کی جائے گی۔“ یعنی انہیں مہلت دی جائے گی نہ انہیں دنیا کی طرف لوٹایا جائے گا کہ وہ نیک عمل کر لیں۔

﴿فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ﴾ ”پس اللہ ہی کے لیے ہر قسم کی حمد ہے۔“ جیسی کہ اس کے جلال اور اس کی عظمت سلطان کے لائق ہے۔ ﴿رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ ”جو آسمانوں اور زمین کا اور سارے جہانوں کا رب ہے۔“ یعنی تمام مخلوقات کی ربوبیت کے بارے میں وہ لائق حمد و ثنا ہے کہ اس نے ان کو تخلیق کیا ان کی تربیت کی اور انہیں ظاہری اور باطنی نعمتوں سے نوازا۔ ﴿وَلَهُ الْکِبَرِیَّاءُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ”اور آسمانوں اور زمین میں اسی کے لیے بڑائی ہے۔“ یعنی وہی جلال، عظمت اور مجد کا مالک ہے۔

پس حمد میں صفات کمال کے ذریعے سے اللہ کی ثنا، اس کی محبت اور اس کا اکرام ہے اور کبریائی میں اس کی عظمت اور اس کا جلال ہے۔ عبادت دوارکان پر مبنی ہے اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے سامنے اظہار تذلل اور یہ دونوں چیزیں اللہ تعالیٰ کی حمد، اس کے جلال اور اس کی کبریائی کے علم سے پیدا ہوتی ہیں۔ ﴿وَهُوَ الْعَزِیْزُ﴾ اور وہ ہر چیز پر غالب ہے ﴿الْحَکِیْمُ﴾ ”حکمت والا ہے۔“ جس نے تمام اشیاء کو اپنے مقام پر رکھا ہے۔ اس نے جو چیز بھی مشروع کی وہ حکمت کے تحت مشروع کی ہے اور جو چیز بھی پیدا کی وہ فائدے اور منفعت کے لئے پیدا کی ہے۔

